عکسِ لالۂ طور
ڈاکٹر عصمت جاوید

عکسِ لالۂ طور

علامہ اقبال کے فارسی مجموعہ قطعات لالۂ طور کا اردو و انگریزی ترجمہ

علامہ اقبال

مترجم

ڈاکٹر عصمت جاوید



مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔۲۵

مطبوعات ہیومن ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) نمبر ۱۰۵۷

نام کتاب : عکس لالۂ طور

شاعر : علامہ اقبال

مترجم : ڈاکٹر عصمت جاوید

صفحات : ۱۰۲

اشاعت : جون ۲۰۰۹ء

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : -/۴۰ روپے

ناشر : **مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز**

ڈی ۔۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی ۔۱۱۰۰۲۵

فون: ۲۶۹۷۱۶۵۲، ۲۶۹۵۴۳۴۱ فیکس: ۲۶۹۴۷۸۵۸

E-mail: mmipublishers@gmail.com

Website: www.mmipublishers.net

مطبوعہ : ایچ ۔ایس آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی ۔۲

AKS-E-LALA-E-TOOR (Urdu)

By: Allama Iqbal

Translated by Dr. Ismat Jawed

Pages: 102

Price: Rs. 40.00

پیش لفظ

بطورِ اعتذار ابتدا ہی میں عرض کردوں کہ لالۂ طور کو اردو لباس پہنانے کا میرا قطعی ارادہ نہیں تھا۔ خصوصاً اس لیے کہ لالۂ طور کے اب تک مختلف اردو منظوم تراجم منظرِ عام پر آ چکے ہیں، جن میں سے ایک دو مجموعے میری نظر سے گزر چکے ہیں۔ میں ان مترجمین کے حوصلے اور محنت کی داد دیتا ہوں اور ان کی خدمت میں مبارک باد بھی پیش کرتا ہوں۔ اس کے باوجود لالۂ طور کا یہ منظوم اردو ترجمہ اہلِ اردو کی خدمت میں اس لیے پیش کر رہا ہوں کہ یہ میرے عزیز ترین ہم پیالہ و ہم نوالہ دوست مرحوم ابراہم خیالؔ فتح پوری کی مرنے سے پہلے آخری خواہش تھی کہ میں اُن کے شروع کیے ہوئے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔ وہ آج اس دنیا میں نہیں رہے، لیکن ان کی یاد آج بھی مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور نس نس میں بس چکی ہے۔ وہ میرے لیے آج بھی صرف زندہ نہیں بلکہ زندہ تر ہیں۔ مرحوم اقبالؔ کے بڑے شیدائی تھے اور آج سے کئی سال پہلے وہ لالۂ طور کے اردو منظوم ترجمے کی داغ بیل بھی ڈال چکے تھے۔

یہ ۱۹۶۲ء کی بات ہے، جب میرا تبادلہ امراوتی کالج سے بمبئی کے اسمٰعیل یوسف کالج میں ہوا تھا۔ دورانِ قیامِ بمبئی، ابراہیم خیالؔ سے روزانہ ملاقات کا سلسلہ از سرِ نو شروع ہوا۔ ایک دن انھوں نے مجھے لالۂ طور کی چند رباعیوں کے منظوم اردو ترجمے سنائے۔ جو مجھے بہت پسند آئے اور میں نے انھیں یہ کام جاری رکھنے کا مشورہ دیا اور انھیں یہ بھی بر سبیل تذکرہ بتایا کہ میں ان رباعیوں کو امراوتی کے دورانِ قیام انگریزی میں منتقل کر چکا ہوں۔ جب میں نے کچھ اپنے انگریزی ترجمے سنائے تو وہ بہت خوش ہوئے اور یہ مشورہ دیا کہ یہ انگریزی ترجمے اُن کے اردو ترجموں کے ساتھ کسی رسالے میں شائع کروائے جائیں۔ چنانچہ یہ تراجم بمبئی کے ایک مقبول رسالے ''دورِ حیات'' میں ایک عرصے تک شائع ہوتے رہے۔

پھر حالات کی آندھیوں نے یہ سلسلہ بھی بند کر دیا۔ انھیں دوبئی میں امارت کے محکمۂ آتش نشانی (fire brigade) میں انگریزی پیغامات کو عربی میں ترجمے کرنے کی ملازمت مل گئی۔

طرح ڈاکٹر صاحب By chance نہیں بلکہ By choice اورنگ آبادی ہیں۔

عصمت جاوید نے قطعات بھی کہے، افسانے اور ڈرامے بھی لکھے۔ بالآخر اپنا اصل میدان لسانیات دریافت کر ہی لیا۔ یہ ایک ایسا سنگلاخ میدان ہے، جس میں دور دور تک ایک آدھ ہی نقشِ پا نظر آتا ہے۔ انھوں نے ہر نقشِ پا پر اپنے تیشۂ نظر سے ضرب بھی لگائی ہے۔ غالباً مجروح سلطان پوری کا یہ شعر ان کے ذہن میں رہا ہے:

بے تیشۂ نگہ نہ چلو راہِ رفتگاں
ہر نقشِ پا بلند ہے دیوار کی طرح

فکر پیما کا پہلا مضمون اردو کے ذیلی صوتیوں سے متعلق ہے اور یہ وضاحت بھی کی ہے کہ خود صوتیہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے ڈاکٹر شوکت سبزواری اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ سے بعض مقامات پر اختلاف کیا ہے۔

دوسرا مضمون ''وضع اصطلاحات کی چند نادرست لسانی اصطلاحیں'' ہے۔ پروفیسر وحیدالدین سلیم پانی پتی کی مشہور تصنیف ''وضع اصطلاحات'' اردو کے لسانیاتی ادب میں بڑا مقام رکھتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان اصطلاحوں کی صحت سے بحث کی ہے۔

ایک مضمون تشبیہ اور استعارے سے متعلق ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتلایا ہے کہ تشبیہ سے استعارہ صرف ایک قدم ہے، لیکن یہ ایک قدم جذبات واحساسات کی ایک بالکل نئی دنیا میں لے جاتا ہے۔ اپنی اس بات کو تفصیل سے ثابت کیا اور اور استعارے کی ایمانیت اور محض خیال بندی کے فرق کو میر، غالب اور اقبال کے حوالے سے واضح کیا ہے۔ مشہور نقاد ممتاز حسین کی رائے میں جدلیاتی عمل استعارے میں کارفرما ہوتا ہے، مگر ڈاکٹر عصمت جاوید نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا نے ''علامت'' کی جو تعریف کی ہے، اس میں بھی انھوں نے اضافہ کیا ہے اور بتلایا ہے کہ تشبیہ کے مقابلے میں استعارہ اور استعارے کے مقابلے میں علامت معنوی حقائق کے پیچیدہ اور وجدانی رشتوں کے اظہار کی زیادہ اہل ہوتی ہے۔

ایک اور مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے لفظ اور معنی کے رشتے اور ابلاغ سے بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں وہ شمس الرحمٰن فاروقی کے خیالات و بیانات سے متفق نہیں ہیں۔ جدیدیت کے زیر اثر کی گئی شاعری میں انھوں نے القائیت بھی دریافت کی ہے۔ اس سے اختلاف کیا

جاسکتا ہے، البتہ ڈاکٹر صاحب کی یہ بات صحیح ہے کہ ابہام پسندی پر قابو پانا ضروری ہے، ورنہ بات مہمل ہو جائے گی۔ ان کے خیال میں ترسیل اور ابلاغ میں فرق نہیں۔ دونوں الفاظ ہم معنی ہیں۔

فکر پیما کے آخری مضمون میں عصمت صاحب نے غالب کی عملی سوجھ بوجھ کو فن کے نہاں خانے میں دیکھنے کی کوشش کی ہے اور مومن کی شخصیت کو غزل کے آئینے میں۔ اس طرح ''فکر پیما'' میں زبان شعر و ادب اور تنقید سے متعلق کوئی آٹھ مضامین ہیں، جن میں ان کی گہری سوچ اور فکر و نظر کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۹۸۷ میں عصمت جاوید صاحب کی کتاب ''اردو پر فارسی کے لسانی اثرات تصرف کے آئینہ میں'' شائع ہوئی۔ یہ دراصل ان کے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے لکھے ہوئے اس مقالے کی تلخیص ہے، جس کا عنوان تھا ''اردو میں فارسی کے دخیل الفاظ میں تصرف کا عمل''۔ اردو میں کئی زبانوں کے الفاظ پائے جاتے ہیں، لیکن دیگر زبانوں کے مقابلے میں فارسی کے بہت زیادہ اثرات ہیں۔ اردو نے اس فارسی سے زیادہ اثر قبول کیا ہے جو عربی زبان سے زیادہ متاثر ہے۔ اس لیے مقالے میں ان عربی الفاظ سے بھی بحث کی گئی ہے، جو فارسی کے توسط سے اردو میں داخل ہوئے۔ البتہ اس کتاب کا موضوع صرف زبان تک محدود ہے۔ ادبیات شامل نہیں ہیں یعنی اس کتاب میں اردو ادب پر فارسی ادب کے اثرات کا ذکر نہیں ہے۔ عمل تصرف سے بھی بحث کی گئی ہے اور اردو میں عربی و فارسی کے دخیل الفاظ کا تاریخی پس منظر بیان کیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ کس طرح کھڑی بولی اردو کا روپ اختیار کرتی گئی۔ ایک علیحدہ باب ''تجزیہ لفظی'' میں اردو کے لسانی مزاج سے بحث ہے۔ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ جو الفاظ عربی و فارسی سے اردو میں داخل ہوئے ان میں کیا کیا صوتی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ یہ بحث اردو تلفظ کے سلسلے میں اہمیت رکھتی ہے۔ اس طرح صرفی و نحوی تصرفات اور معنوی تغیرات کے تمام پہلوؤں کی نشاندہی کتاب کے آخری باب میں کی گئی ہے۔

''وجدان'' ڈاکٹر صاحب کے ان مضامین کا مجموعہ ہے، جو کم و بیش ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ ان مضامین کا تعلق ایک حد تک جمالیات سے ہے۔ ان کے خیال میں مقصدی ادب کے مطالبے فن کو بڑی حد تک محدود اور مجروح کر دیتے ہیں۔ وہ فن کو ایک آزاد قدر سمجھتے ہیں۔ انھیں یہ بات تسلیم ہے کہ ادب کا سرچشمہ زندگی ہے۔ ایسا ادب غیر مکانی اور زمانی ہوتا ہے۔ اس کی

انفرادیت میں عمومیت اور عمومیت میں انفرادیت ہوتی ہے۔ گویا ع

جو سنتا ہے اسی کی داستان معلوم ہوتی ہے

کوئی فن زندگی سے بے نیاز ہو کر نہیں جی سکتا۔ ڈاکٹر عصمت جاوید ہیئت کی اہمیت کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ادب میں ہیئت بے جان شئے نہیں ہے بلکہ یہی اس کی تنظیم وتشکیل کرتی ہے۔ لیکن محض ہیئت کے تجربہ کی دھن میں ادب کا رشتہ زندگی سے منقطع کر دیا جائے تو یہی تجربہ ناکام ہو جائے گا۔ ان کے خیال میں ٹالسٹائی، گورکی، اقبال رومی اور ملٹن وغیرہ جیسے صحت مند فنکار بھی اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں، جتنی ایلن پو کافکا۔ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ اور ایذرا پاونڈ وغیرہ جیسی نفسیاتی طور پر پیچیدہ شخصیتیں۔ ڈاکٹر صاحب کے نقطۂ نظر سے اسلوب ادب کی آبرو ہے۔ ادبی زبان کے لیے حسن بیان کو وہ ضروری قرار دیتے ہیں۔ ایک ادبی فنکار کسی مخصوص ادبی صنف کے انتخاب میں غیر شعوری طور پر اس سے متعلقہ اسلوب کا بھی انتخاب کر لیتا ہے۔ اسلوب ادب میں مواد و ہیئت کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کا نام ہے اور یہ کوشش ہر ادیب یا شاعر کا انفرادی مسئلہ ہے۔ اور اسلوب کی دلآویزی کا راز تخلیقی زبان کے صوتی تصور میں پوشیدہ ہوتا ہے۔

بہر حال یہ اور ایسے ہی خیالات و موضوعات ان کی کتاب ''وجدان'' کے پانچ مختلف مضامین میں بکھرے ہوئے ہیں۔ تین اور مضامین بھی اس کتاب میں شامل ہیں جن کے عنوانات ہیں (۱) پریم چند سوز وطن سے کفن تک (۲) توبتہ النصوح۔ تو بالغوں کا ناول (۳) اقبال کے شعری اسلوب کا ارتقا۔ بانگ درا کے آئینے میں۔

جناب عصمت جاوید کی ایک اور کتاب ''نئی اردو قواعد'' ہے، جو ۱۹۸۱ میں ترقی اردو بیورو نئی دہلی کی جانب سے شائع ہوئی۔ یہ ایک ایسی توضیحی قواعد ہے، جس میں اردو زبان کی توضیح لسانیات کی روشنی میں کی گئی ہے۔ اس سے قبل جتنی بھی قواعد لکھی گئی ہیں، خواہ مولوی عبدالحق کی قواعد ہو یا کوئی اور، وہ عربی یا انگریزی قواعد کے نمونے پر ہیں اور اس اعتبار سے روایتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی قواعد میں پہلی بار نئے مباحث اٹھائے گئے ہیں۔ قواعد نویسی میں انھوں نے لسانیات کی روشنی میں قواعد نویسی کے طریق کار کو اردو زبان کی نوعیت اور ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنایا ہے۔ صرف ونحو کے علاوہ اردو صوتیات سے بھی بحث کی گئی ہے۔ روایتی قواعد نویسی

کے برخلاف یہ نئی اردو قواعد اہل زبان کے لیے لکھی گئی ہے۔ اہل زبان اپنی زبان کی ساخت کا شعوری علم نہیں رکھتے۔ اس نئی قواعد میں زبان کے پیچ وخم کا علم شعور کی سطح پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ عام طور پر قواعد نویسی کے سلسلے میں تحریری زبان ہی کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن اس قواعد میں بول چال والی زبان کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ بول چال والی زبان ہی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ پہلی بار ڈاکٹر صاحب نے بول چال کی زبان پر توجہ کی ہے۔ اس طرح نئی قواعد میں پہلی بار نئے مباحث ملتے ہیں اور یہ اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے:

جس طرف دیکھا نہ تھا اب تک اُدھر دیکھا تو ہے

اپنی ایک اور تصنیف لسانیاتی جائزے میں ڈاکٹر عصمت جاوید نے زبان و ادب کے بعض مسائل کو لسانی نقطۂ نظر سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ مجموعہ مہاراشٹر اردو اکیڈمی کے تعاون سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا تھا۔ ان مضامین میں ڈاکٹر صاحب نے اس بات پر غور کیا ہے کہ آخر اردو زبان میں اصلاح املا کی ضرورت ہے بھی یا نہیں۔ اردو زبان کے تعلق سے ان کی سوچی سمجھی رائے ہے کہ اردو کھڑی بولی کا نکھرا ستھرا اور ترقی یافتہ روپ ہے۔ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ اردو اپنے ارتقائی سفر کی ابتدائی منزل میں پالی کی ہم سفر تھی۔ اس نظریے کو ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اپنے تحقیقی مقالے میں پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اردو اور پالی کے نام نہاد رشتے سے تفصیلی بحث کی ہے۔ ایک اور مضمون میں انھوں نے عربی عروض اور سنسکرت چھند پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اپنی غور کردہ رائے استدلال کے ساتھ پیش کی ہے۔ چونکہ اردو عروض کی بنیاد عربی عروض پر ہے اس لیے اردو پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ عربی عروض اس کے لیے غیر فطری ہے۔ استدلال یہ ہے کہ اردو آرین زبان ہے اور اسے غیر آرین عروض میں جکڑا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب نے عروض اور سنسکرت چھند کا تقابلی مطالعہ کیا ہے اور عربی اور ہندی پنگل کی بعض مشترکہ بحروں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس اعتراض کا جواب دیا ہے۔

اردو عروض کو وسعت دینے کے سلسلے میں نئے نئے تجربے بھی کیے گئے ہیں۔ انگریزی عروض میں اردو شعر کہنے کے کچھ تجربے ہوئے ہیں اور بعض نقادوں نے اردو بحر میں وسعت پیدا کرنے کے لیے انگریزی عروض کی طرح آزادی اختیار کرنے کی بات بھی کی ہے۔ ڈاکٹر عصمت جاوید نے اردو اور انگریزی عروض کا تقابلی مطالعہ کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ اردو اور انگریزی عروض

کے درمیان ناقابل عبور خلیج حائل ہے اور اس کی وجہ دونوں زبانوں کی لسانی مزاج کا فرق ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے وزن اور آہنگ کے فرق کو بھی اپنی بحث کا موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے ڈاکٹر مغنی تبسم کے اس خیال سے اتفاق کیا ہے کہ شعر کی معیاری قرأت تقطیع کے مطابق اور وزن کے اوقات کی تابع نہیں ہوتی۔ آہنگ کا تعلق عروض اور نغمے کی مزاج شناسی سے ہے۔ آہنگ کا شاعر کے اندرونی تجربے سے بھی گہرا تعلق ہے۔

اردو رائٹرس گلڈس الہ آباد کی جانب سے جناب عصمت جاوید کی کتاب ''ادبی تنقید'' ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔ جس کا انتساب انھوں نے نئی نسل کے نام کیا ہے یہ دراصل ہڈسن کی کتاب کے ایک باب کا ترجمہ ہے، جس کا موضوع تنقید ہے۔ ہڈسن نے تنقید کے صرف ظاہری اور سطحی پہلوؤں سے بحث کی ہے۔ جب کہ تنقید ایک پیچیدہ اور تہہ دار فن ہے۔ انگریزی میں تنقید پر بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ ان کے پیش نظر ہڈسن کی کتاب ابتدائی نوعیت کی لگتی ہے۔ البتہ یہ کتاب ادب کے طالب علم کے لیے کارآمد ہوسکتی ہے۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں ڈاکٹر صاحب نے تنقید کے تمام پہلوؤں سے بحث کی ہے۔

کافکا کے ناولٹ کا ترجمہ ''قلب ماہیت'' کے نام سے ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے۔ اس ناولٹ کا شمار کافکا کی بہترین کہانیوں میں ہوتا ہے۔ جدیدیت کے علم بردار کافکا کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ کافکا بچپن ہی سے خود اعتمادی سے محروم اور ایک نامعلوم احساس جرم کا شکار تھا۔ خود اذیتی کا جذبہ اور شدید داخلی کرب کافکا کی اکثر کہانیوں کی بنیاد ہے۔

انگریزی ترجموں کے علاوہ جناب عصمت جاوید نے علامہ اقبال کی مشہور مثنوی ''اسرار خودی'' اور ''رموز بے خودی'' کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے جو ۱۹۹۱ اور ۱۹۹۸ میں بالترتیب شائع ہوئے۔ فرد کی خودی کے تعلق سے علامہ اقبال نے اپنے تصور خودی کو 'اسرار خودی' کے نام سے مثنوی کی صورت میں پیش کیا ہے اور 'رموز بے خودی' میں ملت کی خودی کا تصور اسلامی عقیدے کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ انھوں نے ملت کی خودی میں فرد کی خودی کے ضم ہونے کو بے خودی سے تعبیر کیا ہے۔

پاکستان سے ۱۹۹۷ میں شائع ہونے والی کتاب گلبانگ خیام ہے، جس میں عمر خیام کی (۱۵۰) رباعیوں کا منظوم ترجمہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے حرف آغاز میں بتلایا ہے کہ عمر خیام کا

نظریہ حیات صرف عیش کوشی اور شراب ہی سے عبارت نہ تھا۔ اگر اس کے فلسفۂ عیش امروز کا تجزیہ کریں تو ہمیں اس کی تہہ میں شدت غم کا وہ جذبہ ملے گا، جو خود آ گہی کی دین ہوتا ہے۔ اس کے فلسفہ نشاط میں دردمندی، یاسیت، بے بسی اور انسانی شعور کی نارسائی کا ایک زخمی احساس کارفرما تھا وہ ایک جھنجھلاہٹ اور انتقام کے جذبے کے تحت وہ اس زندگی سے آخری قطرۂ نشاط پی جانے کا مشورہ دیتا ہے۔ عصمت جاوید کہتے ہیں کہ یہ زندگی کے ساتھ گھاٹے پر کیا ہوا سودا ہے اور قاری کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ رباعیات خیام سے ایک ''محفوظ فاصلے'' کے ساتھ لطف اندوز ہوں۔

ترجمہ کا فن ایک مشکل فن ہے اور ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو تخلیق سے مشکل تر ہے۔ ہر تخلیق اظہار کا پیراہن اپنے ساتھ لاتی ہے اور تخلیق کار کو پیرایہ اظہار کا کام شعوری طور پر انجام دینے کی بہت کم ضرورت ہوتی ہے، لیکن ترجمے میں تخلیق کار کا داخلی وجدان شریک نہیں رہتا۔ اسے فنی مہارت کے بل بوتے پر ایک اجنبی زبان کے اظہار کو ایک دوسری زبان میں منتقل کرنے کا ادق کام انجام دینا پڑتا ہے، جو خالص فنی سطح پر ہوتا ہے۔ منظوم ترجمہ تو اور بھی مشکلات سے دوچار کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر عصمت جاوید نے نثری اور منظوم ترجمے نہایت قادر الکلامی کے ساتھ کیے ہیں۔ محض خیالات کا ترجمہ کر دینا تو نسبتاً آسان ہے، لیکن اصل تخلیق کے جذبات، احساسات، کرب، سوز اور تاثر کو اسی صوت و آہنگ اور لسانی نزاکتوں، علائم و استعاروں کے ساتھ منتقل کرنا ناممکن ہے۔ ترجمہ ایک میکانکی عمل ہے، تخلیقی عمل کو میکانکی عمل کے ذریعہ منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ڈاکٹر عصمت جاوید ایک مترجم پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہوئے ہیں اور ان کے ترجمے ماقبل کے ترجموں سے زیادہ بہتر، زیادہ موثر اور اصل سے زیادہ قریب ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی ایک اور مطبوعہ کتاب ''مرہٹی آموز'' ہے جو مہاراشٹر اردو اکیڈمی کی جانب سے ۱۹۹۲ میں اشاعت پذیر ہوئی۔ یہ کتاب اردو داں حضرات میں مرہٹی زبان کی استعداد پیدا کرنے کے لیے مفید ہے۔ اس کتاب میں نئی زبان سکھانے کا غیر روایتی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

ان تصنیفات کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے بچوں اور بالغوں کے لیے بھی کتابیں لکھی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی دیگر علمی مصروفیتیں بھی قابل ذکر ہیں۔ مرہٹواڑہ یونیورسٹی میں ریسرچ گائیڈ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ایس۔ ایس۔ سی بورڈ کے تحت ریاست مہاراشٹرا کے لیے

اردو زبان کی جتنی بھی کتابیں تیار ہوئیں، ان میں عصمت صاحب ایڈیٹر، چیف ایڈیٹر یا کنویز کی حیثیت سے شامل رہے۔ مطبوعہ کتابوں کے علاوہ مختلف رسائل میں بے شمار علمی و ادبی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ نے مختلف کتابوں کے مقدمے، پیش لفظ اور دیباچے لکھے اور بہت ساری کتابوں پر تبصرے بھی کیے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تمام مضامین اور تبصروں کو جو بکھرے ہوئے ہیں، ایک جگہ کر کے ان کا انتخاب کتابی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ یہ علمی و ادبی کام محفوظ ہو جائے۔ ڈاکٹر صاحب کے پاس مسودوں کی شکل میں بھی بہت سارا اہم علمی و ادبی کام پڑا ہوا ہے۔ انھیں بھی کتابی شکل دینے کی ضرورت ہے۔ یہ کام مہاراشٹرا اردو اکیڈمی، وجد میموریل ٹرسٹ یا کوئی اور ادارہ کر سکتا ہے۔ اس طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

عصمت جاوید کی نثری کاوشوں اور کارناموں اور علمی مصروفیتوں کو دیکھتے ہوئے یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ ایسا شخص شاعر بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عصمت جاوید بنیادی طور پر شاعر ہیں۔ انھوں نے قطعات بھی کہے ہیں اور نظمیں بھی لیکن قطعات اور نظموں کا انتخاب ابھی تک طباعت کے انتظار میں ہے البتہ غزلوں کا انتخاب 'اکیلا درخت' کے نام سے ۱۹۹۸ء میں ہمارے سامنے آیا ہے۔ کتاب کا نام شاعرانہ تعلی ہے، لیکن ابتدا ہی میں ہمیں عصمت صاحب کی خاکساری کا یہ ثبوت ملتا ہے، وہ کہتے ہیں:۔

جو مجھ پہ نثر کا ہوتا نہ قرض اے جاوید
میں شاعری میں بڑا نام کر گیا ہوتا

غالباً اس شعر نے انھیں نقصان بھی پہنچایا اور یہ سمجھا جانے لگا کہ ڈاکٹر عصمت جاوید تو لسانیات ہی کے آدمی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ماہر لسانیات، محقق، نقاد، تبصرہ نگار اور اردو ادب کے استاد کی حیثیت سے وہ برصغیر ہند و پاک کے ادبی حلقوں میں نہ صرف جانے پہچانے جاتے ہیں، بلکہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ اس طرح ان کی شاعری ان کی علمیت کے پس پردہ ہی رہی۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ جب بھی کسی نقاد یا محقق نے شاعری کی ہے تو اس کی شاعری تنقیدی و تحقیقی شعور کے بوجھ تلے شدت احساس سوز، کرب، تاثر، غنائیت اور نغمگی سے محروم ہو گئی۔ لیکن ڈاکٹر عصمت جاوید استثنائی حیثیت رکھتے ہیں۔ 'اکیلا درخت' کی کئی ایسی غزلیں ہیں جو بہترین غزلوں کے انتخاب میں جگہ پانے کی مستحق ہیں۔ عصمت جاوید کی شاعری ان کے

طویل تجربات اور واردات کا نتیجہ ہے۔ شعر گوئی کا ہنر پختہ ہے۔ ان کی شاعری کا رشتہ ترقی پسند تحریک کی صالح روایات، جدیدیت کے نئے امکانات اور کلاسیکی غزل کی صحت مند روایات سے ہے۔

ابتدا میں صنف غزل کے موضوعات روایتی معاملات حسن و عشق تک محدود تھے۔ مگر غزل ہر دور میں تغیر پذیر رہی ہے۔ ہر انقلاب کا اس نے ساتھ دیا ہے۔ واردات دل کے ساتھ ساتھ حیات و کائنات کی پیش کش کا وسیلہ بنی رہی۔ جذبات نگاری کے دوش بدوش تصوف، فلسفہ، تفکر، احتجاج، سیاسی و انقلابی میلانات کے لیے بھی اس کا دامن وسیع ہوتا رہا۔ آج کی زندگی کے ہمہ جہت موضوعات، طبقاتی اضطراب، ٹوٹتی قدریں، اجنبیت، تنہائی، بے گھری، نفسیاتی و جنسی واردات، عالمگیر انسانی تجربات و احساسات اور عصری حسیت کے تمام نقوش غزل کے کینوس پر نمایاں ہیں۔ اور انھی کا عکس عصمت جاوید کی غزل میں بھی موجود ہے۔ اِدھر اُدھر سے چند شعر مثال کے طور پر پیش ہیں:

وہ تو سورج ہے جہاں جائے گا دن نکلے گا
رات دیکھی ہو تو سمجھے کہ اندھیرا کیا ہے

وہ چہرہ کیا بتاؤں کہاں تھا، کہاں نہ تھا
بس اتنا جانتا ہوں وہاں تھا، جہاں نہ تھا

تم مجھ کو قتل کر بھی سکو گے، یہ سوچ لو
لوگو! صدائے حق ہے سردار میں نہیں

شیشے کا سارا شہر تھا کتنا شکستنی
لیکن میں احتجاج کا پتھر نہ بن سکا

سائے میں اس کے بیٹھ کے ہم سوچتے کہاں
جو دھوپ جھیلنے کا سلیقہ شجر میں تھا

در ہیں ہونٹوں کے مقفل، سخت ہے پہرہ بہت
پھر بھی کہہ جاتا ہے خاموشی سے یہ چہرہ بہت

مرے دیار بدن میں تھا رات بھر روشن
گیا جو شام ڈھلے آخری کرن کی طرح

دستک ہی ہوگی اب کے، یہ شاید ہوا نہ ہو
اک بار اور دیکھ وہ در پر کھڑا نہ ہو

بہرحال ڈاکٹر عصمت جاوید ہمارے دور کی ایک اہم علمی وادبی دیدہ ور شخصیت ہیں اور بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔

اورنگ آباد

میر ہاشم

﴿ ۱ ﴾

شہیدِ ناز او بزمِ وجود است — نیاز اندر نہادِ ہست و بود است
نمی بینی کہ از مہرِ فلک تاب — بسیمائے سحر داغِ سجود است

❋

ہے ذرہ ذرہ اس کا ناز بردار — نیاز آئینِ فطرت کا ہے جوہر
کبھی دیکھا تو ہوگا داغِ سجدہ — بہ شکلِ مہر سیمائے سحر پر!

❋

All that exists, is enamoured of His charms,
His supreme authority is challenged by none.
Have you not seen the mark of prostration
On the forehead of the morn, mistaken for the sun?

﴿ ۲ ﴾

دلِ من روشن از سوزِ درون است — جہان بین چشمِ من از اشکِ خون است
ز رمزِ زندگی بیگانہ تر باد — کسے کو عشق را گوید جنون است

❋

ہے دل روشن مرا سوزِ دروں سے — جہاں بیں میری آنکھیں اشکِ خوں سے
ہے رمزِ زندگی سے دور کتنا — کرے جو عشق کی نسبت جنوں سے

❋

It's Love which illumines my heart with sadness.
My bleeding eyes can see the entire world.
Let that wiseman be blind to mysteries!
Who holds that Love is nothing but madness.

(۳)

بہ باغاں بادِ فروردیں دہد عشق — بہ راغاں غنچہ چوں پرویں دہد عشق

شعاعِ مہرِ او قلزم شگاف است — بماہی دیدۂ رہ بیں دہد عشق

❊

خیاباں میں ہے بادِ عنبریں عشق — بیاباں کو بھی کر دے گُل زمیں عشق

جو دریا چیر کر راہیں نکالے — تو ماہی کو بھی کر دے راہ بیں عشق

❊

It's Love which gives gardens a shower-bath.
It's Love which makes the deserts blossom.
It's Love which splits the surging ocean.
It's Love which makes the fish seek its path.

(۴)

عقابان را بہائے کم نہد عشق — تذروان را بہ بازاں سر دہد عشق

نگہ دارد دلِ ماخویشتن را — ولیکن از کمینش بر جہد عشق

❊

عقابوں کو بھی کم مایہ کرے عشق — چکوروں کے جو دل میں جا کرے عشق

سنبھل اے دل! نہ جانے کب اچانک — اُچھل کر گھات سے حملہ کرے عشق

❊

Love releases patridges to hawks for fight
And puts the latter to disgraceful flight.
Though for self-guarding, our hearts may have a knack,
Love, lying in wait, springs in a surprise attack.

﴿۵﴾

بہ برگِ لالہ رنگ آمیزیِ عشق ‎ ‎ بجانِ ما بلا انگیزیِ عشق
اگر این خاکدان را واشگافی ‎ ‎ درونش بنگری خونریزیِ عشق

٭

گل لالہ میں رنگ آمیزیِ عشق ‎ ‎ قیامت ہے بلا انگیزیِ عشق
زمیں کا چیر کر سینہ جو دیکھیں ‎ ‎ وہاں بھی پائیں گے خونریزیِ عشق

٭

It's Love which makes the tulips bleed.
It's Love which causes commotion to breed.
If you split the earth (and view its rocky bed),
You'll find it flooded with Love's bloodshed.

﴿۶﴾

نہ ہر کس از محبت مایہ دار است ‎ ‎ نہ با ہر کس محبت سازگار است
بروید لالہ با داغِ جگر تاب ‎ ‎ دلِ لعلِ بدخشاں بے شرار است

٭

نہ ہر دل میں محبت کا گزر ہے ‎ ‎ نہ ہر دل پر محبت کا اثر ہے
لیے داغِ جگر اُگتا ہے لالہ ‎ ‎ مگر لعلِ بدخشاں بے شرر ہے

٭

Love doesn't fall to every body's lot
Nor does Love benefit all and sundry.
The red-hot tulip shines with its burnt spot,
While cold and sparkless is the blood-red ruby.

﴿۷﴾

دریں گلشن پریشاں مثلِ بویم　　نمی دانم چہ می خواہم چہ جویم
برآید آرزو یا بر نیاید　　شہیدِ سوز و سازِ آرزویم

*

نہیں معلوم، کیا شے ڈھونڈتا ہوں　　چمن میں میں پریشاں مثلِ بو ہوں
بر آئے آرزو یہ بر نہ آئے　　شہیدِ سوز و سازِ آرزوں ہوں

*

Albeit roaming like the vagabond smell,
What I am seeking, I can not tell.
Irrespective of the fulfilment of desire.
I'm dwelling in its constantly blazing fire.

﴿۸﴾

جہاں مشتِ گل و دل حاصلِ اوست　　ہمیں یک قطرۂ خوں مشکلِ اوست
نگاہِ ما دو بیں افتادہ ورنہ　　جہانِ ہر کسے اندر دلِ اوست

*

لہو کی بوند ہونے پر بھی یہ دل　　اسی دنیا کی جاں، اِس کا ہی حاصل
ہمیں دو دیکھتے ہیں ورنہ دنیا　　ہر اک انساں کی، اُس کے دل میں داخل

*

It's heart that counts, not the world of mud,
Though the heart is but a drop of blood.
Though the eyes are accustomed to see things apart,
Every one's world is carried in one's heart.

﴿۹﴾

سحر می گفت بلبل باغباں را | دریں گل جز نہالِ غم نگیرد
بہ پیری می رسد خارِ بیاباں | ولے گل چوں جواں گردد بمیرد

❋

سحر، کہتی تھی بلبل باغباں سے | یہ آئینِ چمن کی ہے بڑی بھول!
بڑھاپے تک یہاں جیتے ہیں کانٹے | جواں ہوتے ہی مرجاتے ہیں سب پھول

❋

The nightingale, once, complained to the Morn:
"The earth grows naught but the Tree of Gloom.
Blest with long life is the unworthy thorn,
While the flower dies in the prime of its bloom!"

﴿۱۰﴾

جہانِ ما کہ نابودست بودش | زیاں تو اَم ہمی زاید ز سودش
کہن را نو کُن و طرحِ دِگر ریز | دلِ ما برنتابد دیر و زودش

❋

یہ ہست و بود کی دنیا بدل ڈال | زیان و سود کی دنیا بدل ڈال
پرانے ہوگئے اس کے طریقے | یہ دیر و زود کی دنیا بدل ڈال

❋

This world, with its tendency to grow and decay.
Its hide-bound laws of profits and losses
And quick-cum-time consuming process
Has grown old; make a New World, instead I pray.

﴿۱۱﴾

نوائے عشق را ساز است آدم — کشاید راز و خود راز است آدم
جہاں اُو آفرید، این خوبتر ساخت — مگر با ایزد انباز است آدم

*

ہے خود ہی راز، خود ہی راز جو ہے — ربابِ عشق کا ہے تار آدم
کرے وہ خلق، یہ بہتر بنائے — خدا کا ہے شریکِ کار آدم

*

Adam, the divine lover, carries to perfection
The Universe which was initiated by the Maker;
Explorer of mysteries, though a mystery himself,
Ought not he be called, "The Fellow Creator?"

﴿۱۲﴾

نہ من انجام نے آغاز جویم — ہمہ رازم جہانِ راز جویم
گر از روئے حقیقت پردہ گیرند — ہمہ بوک و مگر را باز جویم

*

سراغِ ابتدا و انتہا سے — مجھے کیا؟ میں سراپا راز جو ہوں
حقیقت سے جو پردہ اٹھ بھی جائے — میں 'شاید' اور 'مگر' کو پھر بھی ڈھونڈوں

*

Though myself a mystery, I am an eternal explorer,
Even in case, Reality lifts Its curtain
I shall still hesitate to call It certain,
It's 'Ifs and Buts' that I shall reseek further.

﴿ ۱۳ ﴾

دلا نارائیِ پروانہ تا کے نگیری شیوۂ مردانہ تا کے
یکے خود را بسوزِ خویشتن سوز طوافِ آتشِ بیگانہ تا گے

٭

تری پروانہ کیشی کب تک اے دل؟ تو خود اپنے پہ شیدا کیوں نہیں ہے؟
کہاں تک یہ طوافِ آتشِ غیر تجھی میں آگ پیدا کیوں نہیں ہے؟

٭

How long, moth-like, will you dive
Into the fire and commit the unmanly suicide?
How long this dance around the flame outside?
Have a plunge into your inner fire and thrive!

﴿ ۱۴ ﴾

تنے پیدا کن از مشتِ غبارے تنے محکم تر از سنگین حصارے
درونِ اُو دلِ درد آشنائے چو جوئے در کنارِ کوہسارے

٭

تو مشتِ خاک سے پیدا کر اک تن تنِ محکم کہ جو سنگِ گراں ہو
پھر اس تن میں بنا درد آشنا دل ندی جیسے پہاڑوں میں رواں ہو

٭

Build a body out of a handful of dust,
Harder than the stone-walled citadel,
Develop therein a Heart, malleable yet robust
As a meandering stream through a rugged vale.

﴿ ۱۵ ﴾

زآب وگل خدا خوش پیکرے ساخت　　جہانے از اِرم زیبا ترے ساخت
ولے ساقی بآن آتش کہ دارد　　زخاکِ من جہانِ دیگرے ساخت

❋

خدا نے تجھ کو خوش پیکر بنایا　　اِرم سے یہ جہاں بہتر بنایا
مگر ساقی[1] نے دے کر آنچ اپنی　　مجھی سے عالم دیگر بنایا

❋

My body was made a beauty by God,
More beautiful than the garden of Heaven.
But the [1]Cup-bearer, with the help of his liquid fire,
Kneaded my clay into a different world.

﴿ ۱۶ ﴾

بہ یزداں روزِ محشر برہمن گفت　　فروغِ زندگی تابِ شرر بود
ولیکن گر نہ رنجی با تو گویم　　صنم از آدمی پائندہ تر بود

❋

برہمن نے کہا محشر میں حق سے　　ترا آدم فقط مشتِ شرر تھا
برا مت مان گر تجھ سے یہ کہہ دوں　　مرا بُت اس سے تو پائندہ تر تھا

❋

The Brahmin, on the Last Day, addressed God,
"The life-spark Thou created was of short duration
Excuse me if I claim that the idol I made
Was more stable than Man, Thou had created".

---

1 The Cup-bearer stands for the Holy Prophet

(۱) مراد ساقی کوثر

﴿۱۷﴾

گزشتی تیز گام اے اخترِ صبح   مگر از خوابِ ما بیزار رفتی
من از نا آگہی گم کردہ راہم   تو بیدار آمدی بیدار رفتی

❋

تو اے نجمِ سحر! اے تیز رفتار   ہماری نیند سے شاید تھا بیزار
اِدھر ہم خوابِ غفلت میں، اُدھر تو   گیا بیدار، آیا بھی تھا بیدار

❋

Oh you, the quick-paced Morning Star on high,
You kept vigil at night, while we men slept.
Our sleep displeased you, perhaps, that's why
Vigilant you came and vigilant you left.

﴿۱۸﴾

تہی از ہائے و ہو میخانہ بودے   گلِ ما از شرر بیگانہ بودے
نبودی عشق و این ہنگامۂ او   اگر دل چوں خرد فرزانہ بودے

❋

نہ شور و غل، نہ یہ میخانہ ہوتا   ہر اک باہم دگر بیگانہ ہوتا
نہ ہوتا عشق، نَے ہنگامۂ عشق   اگر دل عقل سا فرزانہ ہوتا

❋

Had the heart been as wise as the head,
The taverns would have been devoid of commotion.
Man would have been without emotion,
The world would have been the abode of the dead.

﴿۱۹﴾

تُرا اے تازہ پرواز آفریدند سراپا لذّت بال آزمائی
ہوس مارا گراں پرواز دارد تو از ذوقِ پریدن پر کشائی

❋

اے تازہ واردِ میدانِ پرواز ہے تجھ میں ذوقِ قوت آزمائی
گراں پرواز ہم بارِ ہوس سے مبارک تجھ کو شوقِ پر کشائی

❋

Oh thou, the young bird! How ambitious thou art!
With the desire to scale the higher skies,
Lust prevents us from flying as far,
But a vast firmament before thee lies.

﴿۲۰﴾

چہ لذّت یارب اندر ہست و بود است دلِ ہر ذرّہ در جوشِ نمود است
شگافد شاخ را چون غنچۂ گل تبسم رمزِ از ذوقِ وجود است

❋

عجب ہے لذّتِ ایجاد یارب ہیں سب سرشار ذوقِ زندگی سے
کلی جب شاخِ گل سے پھوٹتی ہے تو ہنس پڑتی ہے فرطِ سرخوشی سے

❋

The taste for life is a delicacy to relish,
All creation is anxious to flourish,
When the sprouting rose-bud splits the bough,
With a playful smile it shoots above.

﴿۲۱﴾

شنیدم در عدم پروانہ می گفت دمے از زندگی تاب و تبم بخش
پریشاں کن سحر خاکسترم را ولیکن سوز و سازِ یک شبم بخش

٭

دعا کرتا تھا پروانہ عدم میں "شرر کی زندگی یارب! مجھے بخش
سحر دم، میری خاکستر اُڑا دے مگر بے تابیِ یک شب مجھے بخش"

٭

Before birth, the moth requested the Creator:
"Give me a breath-ful of restless strife,
Scatter my ashes in the morn if thou likest,
But give me a night-long burning life".

﴿۲۲﴾

مسلماناں مرا حرفی ست در دل کہ روشن تر ز جانِ جبرئیل است
نہانش دارم از آزر نہاداں کہ این سرّے ز اسرارِ خلیل است

٭

مسلمانو! مرے دل میں ہے وہ بات جو رازِ ہم نوایانِ چمن ہے
میں کیوں آزر نہادوں کو بتاؤں؟ کہ یہ سرِّ خلیلِ بت شکن ہے

٭

Oh Muslims, I have a word to confide with you,
More enlightening, than the Word of the Holy Ghost.
I have withheld it from the idol-minded ones,
It is the secret of Abraham, the iconoclast.

﴿۲۳﴾

بہ کویش رہ سپاری اے دل اے دل — مرا تنہا گزاری اے دل اے دل
دمادم آرزو ہا آفرینی! — مگر کارے نداری اے دل اے دل

٭

اُسی کوچے میں مجھ کو لے چلا پھر! — مجھے تو نے کیا بد نام، اے دل
تمناؤں کی بارش کے علاوہ — تجھے آتا بھی ہے کچھ کام، اے دل

٭

Oh heart! My heart! Don't make me go in search
Of my Lady-Love and leave me in the lurch.
It appears thou hast no other job on hand
Except to create a heap of desires (like the desert sand).

﴿۲۴﴾

رہے در سینۂ انجم کشائی — ولے از خویشتن نا آشنائی
یکی بر خود کشا چون دانہ چشمی — کہ از زیرِ زمیں نخلی بر آئی

٭

ستاروں میں گزر گاہیں نکالیں — مگر اب تک ہے خود سے بے خبر تو
مثالِ دانہ زیرِ خاک کھول آنکھ — کہ نکلے خاک سے مثلِ شجر تو

٭

You do have an access to stardom free,
But still you are stranger to your inner self,
Germinate like a seed lying underground,
That you may grow into a giant huge tree.

﴿۲۵﴾

سحر در شاخسارِ بوستانے چہ خوش می گفت مرغِ نغمہ خوانے
بر آور ہرچہ اندر سینہ داری سرودے نالۂ آہے فغانے

*

سحر، کہتا تھا اک مرغِ خوش الحاں کہاں ہے مستی مئے، نغمۂ نَے؟
چھپا رکھو نہ سینے میں، نکالو کوئی نغمہ، کوئی نالہ، کوئی لَے!!

*

A singing bird while perching on a tree
Was telling in the garden to every body,
"Bring out whatever's in your heart -- a cry of joy,
A melody; a plaint or a deeply heaved sigh".

﴿۲۶﴾

ترا یک نکتۂ سربستہ گویم اگر درسِ حیات از من بگیری
بمیری گر بتن جانے نداری وگر جانے بتن داری نمیری

*

اگر لینا ہے درسِ زندگانی تو مجھ سے سیکھ یہ گُر زندگی کا
جوتن محرومِ جاں ہو، تو بھی مرجائے جوتن دارائے جاں ہو، تو بھی زندہ

*

If you want to know what's life and its goal,
Let me confide you with a top - guarded secret,
You are life-less with a soul-less body
And full of life with an embodied soul.

﴿۲۷﴾

بہل افسانۂ آن پا چراغے حدیثِ سوزِ او آزارِ گوش است
من آن پروانہ را پروانہ دانم کہ جانش سخت کوش و شعلہ نوش است

*

تو جل کر مرنے والوں کی نہ کر بات بہت سختی طلب ہے جاں فروشی
میں اس پروانے کو پروانہ جانوں جو رکھتا ہو مذاقِ شعلہ نوشی

*

Avoid to tell me the ear-rending story
Of the moth, lying dead at the foot of the candle,
As for me, that moth is worth its name
Which, sustaining agony, gulps alive the flame.

﴿۲۸﴾

ترا از خویشتن بیگانہ سازد من آن آبِ طربناکے ندارم
بباز آرم مجو دیگر متاعے چو گل جز سینۂ چاکے ندارم

*

جو اپنے آپ کو بیگانہ کر دے نہیں پیتا میں وہ آبِ طرب ناک
یہی میری متاعِ بے بہا ہے کہ مثلِ گل میرا سینہ ہے صد چاک

*

I don't possess the liquor with a joy exiting power
Which makes one oblivious of one's self.
You have come to the wrong shop if you ask for anything
Except my chest split into the petals of a rose flower

﴿۲۹﴾

زیاں بینی ز سیرِ بوستانم　　اگر جانت شہیدِ جستجو نیست
نمایم آنچہ ہست اندر رگِ گل　　بہارِ من طلسمِ رنگ و بو نیست

*

مرے سیرِ گلستاں سے تجھے کیا؟　　اگر شیدا نہیں تو جستجو کا
بتاتا ہوں رگِ گل کے میں اسرار　　تو دیوانہ طلسمِ رنگ و بو کا

*

If you have no zeal for seeking the Truth,
My visit to the garden will bring you no gains.
To me, the spring is not the talisman of colours,
I point out what's within the flowers' veins.

﴿۳۰﴾

بروں از ورطۂ بود و عدم شو　　فزوں تر زین جہانِ کیف وکم شو
خودی تعمیر کن در پیکرِ خویش　　چو ابراہیم معمارِ حرم شو

*

نکل آ ورطۂ بود و عدم سے　　کچھ اوپر اُٹھ جہانِ کیف وکم سے
خودی تعمیر کر پیکر میں اپنے　　تجھے نسبت ہے ''معمارِ حرم'' سے

*

Come out of the whirl-pool of entity-non-entity,
Rise above the world of quality and quantity
And build the Inner self in your body confine,
Like Abraham who raised the Holy shrine.

﴿۳۱﴾

ز مرغانِ چمن نا آشنایم بشاخِ آشیاں تنہا سرایم
اگر نازک دلی از من کراں گیر کہ خونم می تراود از نوایم

❋

نہیں واقف میں مرغانِ چمن سے کہ تنہا چہچہانا میری خو ہے
اگر نازک ہے تیرا دل، تو مت سن مری آواز میں شامل لہو ہے

❋

Unlike my friends; the other garden birds,
I sing lonely on the branch of my nest.
Leave me alone, if thou hast a delicate heart,
My songs ooze blood, (thy heart wilt smart).

﴿۳۲﴾

جہان یارب چہ خوش ہنگامہ دارد ہمہ را مستِ یک پیمانہ کردی
نگہ را از نگہ آمیز دادی دل از دل جاں ز جاں بیگانہ کردی

❋

عجب دنیا بنائی تو نے یارب ہر اک کو مستِ یک پیمانہ رکھا
نگاہوں کو نگاہوں سے ملایا تو دل کو دل سے بھی بیگانہ رکھا

❋

Thy world, oh God, is full of pleasing uproar,
Though Thou hast made all, of the common core,
Yet the stranger is the heart to heart and the soul to soul,
But, the eyes do greet others' eyes, whenever they meet

﴿۳۳﴾

سکندر با خضر خوش نکتۂ گفت　　شریک سوز و سازِ بحر و بر شو
تو این جنگ از کنارِ عرصہ بینی　　بمیر اندر نبرد و زندہ تر شو

❋

سکندر نے کہا اک دن خضر سے　　شریکِ سوز و سازِ بحر و بر ہو
کنارے سے نہ کر نظّارۂ جنگ　　تو لڑکر جان دے اور زندہ تر ہو

❋

Alexander, told Khizer, "Why dost thou flee?
Share the joys and pains of the land and sea.
Thou art a distant on-looker only, not a fighter,
Join the struggle; die and thus live forever".

﴿۳۴﴾

سریرِ کیقباد، اکلیلِ جم خاک　　کلیسا و بتستان و حرم خاک
و لیکن من ندانم گوہرم چیست　　نگاہم برتر از گردوں تنم خاک

❋

ہے تختِ کیقباد و تاجِ جم خاک　　کلیسا ہو کہ ہوں دیر و حرم، خاک
خدا جانے ہماری اصل کیا ہے　　نظر گردوں سے اونچی اور ہم، خاک

❋

The throne of Kaikoba'd and Jamshy'd's cup,
The churches, the shrines-all've reduced to dust.
Dust I am too, yet I look beyond the skies,
I don't know with what quintissence I'm made-up.

﴿۳۵﴾

اگر در مشتِ خاکِ تو نہادند   دلِ صد پارۂ خوں نا بہ بارے
ز ابرِ نو بہاراں گریہ آموز   کہ از اشکِ تو روید لالہ زارے

❋

مشیت نے اگر تجھ کو دیا ہے   دلِ صد پارۂ غم ناک و خوں بار
تو پھر ابرِ بہاراں کی طرح رو   کہ اشکوں سے اُگیں تیرے چمن زار

❋

If your clayey body happens to shroud
A broken heart, ready to sprinkle blood-showers,
Learn how to shed tears from the Vernal Cloud
That, your tears may bring forth flowers.

﴿۳۶﴾

دمادم نقش ہائے تازہ ریزد   بیک صورت قرارِ زندگی نیست
اگر امروزِ تو تصویرِ دوش است   بخاکِ تو شرارِ زندگی نیست

❋

ہر اک لمحہ، بناتا ہے زمانہ   نئے نقش و نگارِ زندگانی
اگر ہے آج تیرا کل کی تصویر   نہیں تجھ میں شرارِ زندگانی

❋

Like a painter, the ever-changing Life paints fast
Fresh pictures of the incoming and outgoing moments.
One lacks indeed the spark of life
If one's present is the replica of its past.

﴿۳۷﴾

چو ذوق نغمہ ام در جلوت آرد　　قیامت افگنم در محفلِ خویش
چو می خواہم دمے خلوت گزینم　　جہاں را گم کنم اندر دلِ خویش

٭

ہو دل نغمہ سرائی پر جو مائل　　تو بن جاتا ہے پل میں جانِ محفل
مگر خلوت گزینی پر جو آئے　　تو خود میں گم کرے دنیا کو یہ دل

٭

When my desire to sing brings me before a congregation,
The listeners applaud me in a big ovation.
But when to a secluded place I depart,
No trace of the outer world is found in my heart.

﴿۳۸﴾

چہ می پرسی میانِ سینہ دل چیست　　خرد چوں سوز پیدا کرد دل شد
دل از ذوقِ تپش دل بود لیکن　　چویکدم از تپش افتاد گل شد

٭

خرد میں سوز تھا تو دل بنا دل　　وہی دل، دل ہے جو ہوتا ہے صد چاک
تڑپتا تھا تو لگتا تھا کہ دل ہے　　تڑپنا چھوڑتے ہی بن گیا خاک

٭

Your query: "What's the heart?" I admire!
The heart is the creation of my intellectual Fire.
It's this fire which brings my heart into play,
The moment it's off, the heart's a lump of clay.

﴿۳۹﴾

خرد گفت او بچشم اندر نگنجد   نگاہِ شوق در اُمید و بیم است
نمی گردو کہن افسانۂ طور   کہ در ہر دل تمنائے کلیم است

*

خرد نومید دیدار الٰہی   امید و بیم میں ہے شوق پھر بھی
کہن ہوتا نہیں افسانۂ طور   کہ ہے ہر قلب میں ذوق کلیمی

*

Reason claims: "You can never see Him."
Yet, the hope to see God shall never be dim:
The "Episode of Sinai," shall never grow old.
Every one has Moses in his heart's mould.

﴿۴۰﴾

کنشت و مسجد و بت‌خانہ و دیر   جز این مشتِ گلے پیدا نہ کردی
زحکم غیر نتواں جز بدل رست   تو اے غافل دلے پیدا نہ کردی

*

کیے دیر و حرم تعمیر تو نے   مگر مٹی میں جان آئے کہاں سے
تو دل تعمیر کر اب بھی اے ناداں   کہ ہو آزاد قیدِ این و آں سے

*

By building mosques, temples, churches, I say
You have produced nothing but a lump of clay.
You haven't produced a heart instead, oh sage,
That trees one from others' bondage.

﴿۳۱﴾

نہ پیوستم درین بُستاں سرا دل   زبندِ این و آن آزادہ رفتم
چو بادِ صبح گردیدم دمے چند   گُلاں را آب و رنگے دادہ رفتم

*

میں گزرا بے نیازانہ جہاں سے   رہا آزاد بندِ این و آں سے
صبا بن کر، گلوں میں رنگ بھرتا   میں پل دو پل میں گزرا گلستاں سے

*

I didn't attach my heart to a rosy
Garden nor have I found it cosy.
In the garden, like a morning breeze I crept,
Imparted lustre to the flowers and left.

﴿۳۲﴾

بخود باز آورد رندِ کہن را   مے بر ناکہ من در جام دارم
من این مے چون مغانِ دورِ پیشین   زچشمِ مستِ ساقی وام کردم

*

جو لائے ہوش میں رندِ کہن کو   مرے ساغر میں وہ صہبا بھری ہے
جو مجھ کو مثلِ میخوارانِ پیشیں   نگاہِ مستِ ساقی[1] سے ملی ہے

*

I have filled my flask with a fresh wine
Which brings to senses even a habitual drunkard,
Like the old imbibers of the hoary past,
I owe this liquor to the intoxicating eyes of my Cup-bearer[1]

---

1. The Cup-bearer stands for the Holy Prophet.   ١ مراد ساقی کوثر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

﴿۳۳﴾

سفالم را مے او جامِ جم کرد
درونِ قطرہ ام پوشیدہ یم کرد
خرد اندر سرم بت خانہ ریخت
خلیلِ عشق دیرم را حرم کرد

٭

اسی مے سے مِرا دل جامِ جم ہے
اسی کے فیض سے یہ قطرہ یم ہے
جو بت خانہ بنایا تھا خرد نے
خلیلِ عشق کے باعث حرم ہے

٭

Love made my clay into a wine-cup in motion,
I was but a drop, Love made me an ocean,
Reason had made my head a temple-so fine,
But like Abraham, Love converted it into a Holy Shrine.

﴿۳۴﴾

خرد زنجیریِ امروز و دوش است
پرستارِ بتانِ چشم و گوش است
صنم در آستیں پوشیدہ دارد
برہمن زادۂ زنار پوش است

٭

خرد زنجیریِ امروز و فردا
خرد حلقہ بگوشِ دیدہ و گوش
چھپائے رکھتی ہے بت آستیں میں
ہے مثلِ برہمن زنار بردوش

٭

Reason, enchained to the limits of ephemeral Time
Worships only the five sense organs.
With idols up its sleeves, it carries across its shoulder
Sacred thread of a Brahmin-born priest.

﴿۴۵﴾

خرد اندر سرِ ہر کس نہادند تنم چو دیگراں از خاک و خون است
ولے این راز کس جز من نداند ضمیرِ خاک و خونم بے چگون است

❋

بدن ہر اک کا مٹی سے بنا ہے خرد سے بھی نہیں سر کوئی خالی
مرا دل بھی ہے آب و گلِ کا لیکن مجھی کو ہے خبر، ہے بے مثالی

❋

Every one's head carries a mind.
My body like others' is made of flesh and blood
But none knows except me the secret that
The make-up of my conscience is unique of its kind.

﴿۴۶﴾

گدائے جلوہ رفتی بر سرِ طور کہ جانِ تو ز خود نامحرمے ہست
قدم در جستجوئے آدمی زن خدا ہم در تلاشِ آدمی ہست

❋

خدا کی جستجو میں، بر سرِ طور ترا جانا کہاں کی آگہی ہے
تلاشِ آدمی کر تو اے نادل خدا کو بھی تلاشِ آدمی ہے

❋

You went to the Mount Senai for divine clue
Without knowing what's within you.
Find that lurking man within you, if you can,
God Himself is in search of such a man.

﴿۴۷﴾

بگو جبریل را از من پیامے مرا آن پیکرِ نوری نداوند
ولے تاب و تبِ ما خاکیاں بین بنوری ذوقِ مہجوری نداوند

٭

کوئی جبریل سے کہہ دے کہ انساں ہے گرچہ پیکرِ نوری سے محروم
مگر ہم خاکیوں کی بھی تڑپ دیکھ ہیں نوری ذوقِ مہجوری سے محروم

٭

When man is made of dust and angels; of Light,
Is it not, oh Gabriel a strange sight
To see the Dust restless for Divine amalgamation
And the Light, unknown to the pangs of seperation?

﴿۴۸﴾

ہُمائے علم تا افتد بدامت یقیں کم کن گرفتارِ شکے باش
عمل خواہی؟ یقیں را پختہ تر کن یکے جوے و یکے بین و یکے باش

٭

اگر بننا ہے عالم 'شک' میں گھر جا چھڑا لے تو یقیں سے اپنا دامن
جو تو مردِ عمل ہے سُن یقیں کی تو دیکھ 'ایک' 'ایک' کی مان 'ایک' کا بن

٭

If you want to ensnare the Phoenix of Learning,
Reduce your certainties; increase your doubts
But if interested in getting things done,
Believe in One, seek One and identify with One.

﴿۴۹﴾

خرد بر چهرهٔ تو پرده ها بافت   نگاہے تشنهٔ دیدار دارم
در اُفتد ہر زماں اندیشه با شوق   چه آشوب افگند در جانِ زارم

٭

تو کیا جانے اے نابینا خرد مند   نظر دیدار کو کیوں میری ترسے
ہے کیوں اس خوف سے لرزاں مرا شوق   نہ جانے کیا قیامت دل پہ گزرے

٭

Intellect has blind-folded your eyes,
But I, for one, crave for a glimpse of my Master,
Fearing constantly that this yearning for His sight
May bring to my soul an unbearable disaster

﴿۵۰﴾

دلت می لرزد از اندیشهٔ مرگ   زبیمش زرد مانند زریری
بخود باز آ خودی را پخته تو گیر   اگر گیری پس از مردن نه میری

٭

تو خوفِ مرگ سے لرزاں ہے کتنا   کچھ ایسا کر، تجھے ڈرنا نہ آئے
اگر تو کر سکے محکم خودی کو   تو مر کر بھی تجھے مرنا نہ آئے

٭

Don't fear death, my dear, any longer,
Don't go pale but strengthen your faith.
Realise your Self-Hood and make it stronger,
You shall then never die even after death.

﴿ ۵۱ ﴾

زپیوندِ تن و جانم چہ پرسی	بدامِ چند و چوں درمی نیایم
دمِ آشفتہ ام در پیچ و تابم	چو از آغوشِ نَے خیزم، نوایم

*

نہ پوچھو مجھ سے رشتہ جسم و جاں کا	کہ میں "کیوں" اور "کیا" سے ماورا ہوں
دمِ آشفتہ ہوں، بے تاب و مضطر	نکل کر "چوب نَے" سے لَے بنا ہوں

*

Don't ask me about the body-soul relation,
I don't fall a prey to such an enquiry indeed.
Like the restless breath, I wriggle in pain,
I am a plaintive note, escaping from the reed.

﴿ ۵۲ ﴾

مرا فرمود پیرِ نکتہ دانے	ہر امروزِ تو از فردا پیام است
دل از خوبانِ بے پروا نگہدار	حریمش جز باو دادن حرام است

*

کہا مجھ سے یہ پیرِ نکتہ داں نے	نظر اپنی نہ تم بے باک رکھو
سنبھالو دل کو خوبانِ جہاں سے	خدا کا گھر، بتوں سے پاک رکھو

*

A sage once told me, "Your heart I laud
Guard it against the Beauties Prime,
Because to surrender it except to God
Is unlawful and a heinous crime".

﴿۵۳﴾

ز رازی معنیِ قرآں چه پرسی ضمیرِ ما بآیاتش دلیل است
خرد آتش فروزد دل بسوزد همین تفسیرِ نمرود و خلیل است

*

نہ رازی سے سمجھ معنیِ قرآں جو دل مانے، وہی معنیِ مقصود
گلستاں دل کو کر نارِ خرد میں یہی ہے شرح ابراہیمؑ و نمرود

*

Don't ask Razi, the meaning of the Qur'an
Which should be clear to your conscience, (the measuring rod).
The heart burns in the fire kindled by the Intellect,
The heart is like Abraham and the Intellect like Nimrod.

﴿۵۴﴾

من از بود و نبودِ خود خموشم اگر گویم که هستم، خود پرستم
ولیکن این نوائے سادۂ کیست کسے در سینه می گوید که هستم

*

مرا کہنا کہ ''ہوں'' ہے خود پرستی ''نہیں ہوں'' کا مگر دعویٰ کروں کیوں؟
کہ دل کی دھڑکنوں میں کوئی تو ہے جو کہتا ہے کہ ''میں ہوں'' ''میں ہوں'' ''میں ہوں''

*

I hold my silence, about my existence or otherwise,
Because to say "I exist" is egoistic and sham
But some one within my bosom, whispers in a plain voice,
"I am; I am; I am; I am."

﴾۵۵﴿

زمن با شاعرِ رنگیں نوا گوئے — چہ سود از سوز اگر چوں لالہ سوزی
نہ خود را می گداز از آتشِ خویش — نہ شامِ دردمندے بر فروزی

※

بتا اے شاعرِ رنگیں نوا کیوں — تو رہتا ہے مثالِ لالہ سوزاں؟
نہ جل سکتا ہے اپنی آگ میں تو — نہ روشن تجھ سے شامِ درد منداں

※

Ask the Romantic poet, on my behalf,
"Why do you fake burning like a flameless tulip?
When you have no fire within you to mellow,
Nor can you brighten the eve of a grief-stricken fellow.

﴾۵۶﴿

ز خوب و زشتِ تو نا آشنایم — عیارش کردۂ سود و زیاں را
دریں محفل زمن تنہا ترے نیست — بچشمِ دیگرے بینم جہاں را

※

نہیں واقف میں تیرے نیک و بد سے — ترے سود و زیاں کو میں نہ جانوں
مرا طرزِ نظر سب سے جدا ہے — بھری محفل میں تنہا پڑ گیا ہوں

※

I don't know the likes and dislikes of yours
Who are engrossed in your profits and losses only
Because I view the world with a detached outlook
Which has made me alienated and lonely.

﴿۵۷﴾

تو اے شیخِ حرم شاید ندانی — جہانِ عشق را ہم محشرے ہست
گنہ و نامہ و میزاں ندارد — نہ اورا مسلمے نے کافرے ہست

❋

تو اے شیخِ حرم شاید نہ جانے — جدا محشر ہے اہلِ دل کی خاطر
جہاں نامہ کوئی ہوگا، نہ میزاں — جہاں مسلم کوئی ہوگا نہ کافر

❋

Of lord of the Harem, you are not, perhaps, aware that
There is a separate Day of Judgement for divine lovers
With no Record of one's doings nor a Balance to weigh them,
And none will be labelled as Muslim or a Kafir.

﴿۵۸﴾

چو تاب از خود بگیرد قطرۂ آب — میانِ صد گہر یک دانہ گردد
بہ بزم ہمنوایاں آن چنان زی — کہ گلشن بر تو خلوت خانہ گردد

❋

جو قطرے میں ہو شانِ خود فروزی — میانِ صد گہر یک دانہ بن جائے
بسر کر اہلِ محفل میں کچھ ایسے — کہ محفل تیرا خلوت خانہ بن جائے

❋

A drop of water turns itself into a matchless pearl
When it extracts and acquires the lustre of its own.
Live among the like-minded, in a similar way
That, in their company, you look and feel alone.

﴿۵۹﴾

من اے دانشوراں در پیچ و تا بم | خرد را فہم ایں معنی محال است
چساں در مشتِ خاکی تن زند دِل | کہ دل دشتِ غزالانِ خیال است

٭

میں اے دانشورو! ہوں کشمکش میں | بتانا یہ خرد کو بھی ہے مشکل
جو ہے دشتِ غزالانِ خیالات | بنا سکتی ہے کیوں کر خاک وہ "دل"

٭

Oh you intellectuals and the sages smart,
To me, this query is an unsolved puzzle.
How can a clayey body withhold a heart
Wherein ideas play like a leaping gazelle?

﴿۶۰﴾

میا را بزم بر ساحل کہ آں جا | نواے زندگانی نرم خیز است
بدریا غلط و باموجش در آویز | حیاتِ جاوداں اندر ستیز است

٭

لب ساحل یہ یہ بزم آرائیاں کیوں | نوائے زندگی واں نیم جاں ہے
اتر دریا میں، لڑ موجوں سے اُس کی | کشاکش میں حیاتِ جاوداں ہے

٭

Why do you spend your days in ease
By the seashore ,wherein blows the cool breeze.
If you want to live eternally, adopt this norm:
Jump into the sea and brave the storm.

﴿۶۱﴾

سراپا معنیِ سر بستہ ام من نگاہِ حرف بافاں برنتابم
نہ مختارم تواں گفتن نہ مجبور کہ خاکِ زندہ ام در انقلابم

❋

سراپا معنیِ سر بستہ ہوں میں کہوں کیا؟ میں حقیقت یا بھرم ہوں
کہ خاک زندہ ہوں، قادر، نہ مجبور رہینِ انقلابِ دمبدم ہوں

❋

I've a falhomless Self with its widest range,
Whether I've Free Will or predestined, none can guess,
Nor the word-coining thinkers can trace,
I'm the living earth in a flux of change.

﴿۶۲﴾

مگو از مدعاے زندگانی ترا بر شیوہ ہاے او نگہ نیست
من از ذوقِ سفر آن گو نہ مستم کہ منزل پیشِ من جز سنگِ رہ نیست

❋

بتاؤں کیا تجھے مقصودِ ہستی جو دنیا کو تماشا گاہ جانے
میں وہ وارفتۂ ذوقِ سفر ہوں جو منزل کو بھی سنگِ راہ جانے

❋

Of the real aim of life, better not talk
When you are unaware of its multifarious sides.
To keep abreast of life, I walk with vigorous strides
And treat my halting stage as a stumbling block.

﴿ ۶۳ ﴾

اگر کردی نگہ بر پارۂ سنگ ز فیضِ آرزوے تو گہر شد
بزر خود را مسنج اے بندۂ زر کہ زر از گوشۂ چشمِ تو زر شد

*

اگر تیری نگاہوں میں اثر ہے تو پھر اک سنگ پارہ بھی گہر ہے
یہ فکرِ زر ہے کیوں اے بندۂ زر تری نظروں میں خود پوشیدہ زر ہے

*

Because of your rating that you are prone
To see a brilliant diamond in a piece of stone.
A metal's value shoots hundred-fold
Because, oh gold crazy, you see in it gold.

﴿ ۶۴ ﴾

وفا نا آشنا بیگانہ خو بود نگاہش بیقرار از جستجو بود
چو دید اُو را پرید از سینۂ من ندانستم کہ دست آموزِ او بود

*

وفا ناآشنا نکلا مرا دل وہ شاید منتظر تھا روز تیرا
تجھے دیکھا تو تجھ تک اُڑ کے پہنچا کہ وہ تھا مرغِ[1] دست آموز تیرا

*

Unfaithful to me and given to dicord,
My heart was looking out for a better partner.
It deserted me, as soon as it saw the Lord,
Like a tamed bird flying to its master.

---

[1] مرغِ دست آموز: اس سدھائے ہوئے پرندے کو کہتے ہیں جو اِدھر اُدھر اڑنے کے بعد خود ہی اپنے آقا کی انگلی پر پھر سے آ بیٹھے

﴿۶۵﴾

مپرس از عشق و از نیرنگیِ عشق   بہر رنگی کہ خواہد سر بر آرد
درونِ سینہ بیش از نقطۂ نیست   چو آید بر زبان پایاں ندارد

✵

بتاؤں عشق کی نیرنگیاں کیا   کہ کس کس روپ میں جلوہ کُناں ہے
درونِ سینہ، اک نقطے سے بھی کم   مگر آتے ہی لب پر بیکراں ہے

✵

Love, like a magician, assumes many a form,
(Sometimes a cool breeze, sometimes a raging storm).
Lying in my bosom, it's a tiny dot,
When on my lips, it encompasses what not?

﴿۶۶﴾

مشواے غنچۂ نو رُستہ دلگیر   ازیں بُستان سرا دیگر چہ خواہی
لبِ جوُ بزمِ گُل، مرغِ چمن سیر   صبا شبنم، نواے صبح گاہی

✵

تو اے نوخیز غنچے! کیوں ہے دلگیر   توقع اس چمن سے تیری کیا ہے
یہاں نہریں ہیں، گُل ہیں، بلبلیں ہیں   نواے صبح گاہی ہے، صبا ہے

✵

Don't be sad, oh newly-born bud;
What else do you expect from this garden?
Here are, the rivers; the trees; the flowers;
The breeze; the dew and the singing birds' jargon.

﴿ ۶۷ ﴾

مرا روزے گلِ افسردۂ گفت نمودِ ماچو پروازِ شرار است
دلم بر محنتِ نقش آفریں سوخت کہ نقشِ کلکِ اوناپائدار است

❋

گلِ پژمردہ یہ کہتا تھا مجھ سے ہے کیوں مثلِ شرر یہ زندگانی
ملے مٹی میں یہ محنت، صد افسوس کہ ہے نقاش کا ہر نقش فانی

❋

The withered flower told me the other day,
"Beauty departs the rose, leaving it worth a dime,
I pity the Painter for His lost labour,
Since His masterpiece vanishes away in Time".

﴿ ۶۸ ﴾

جہانِ ما کہ پایانے ندارد چو ماہی دریمِ ایام غرق است
یکے بر دل نظر و اکن کہ بینی یمِ ایام در یک جام غرق است

❋

اگرچہ بیکراں سارا جہاں ہے ہے ماہی سا یمِ ایام میں غرق
مرا بھی ظرفِ دل دیکھو کہ کیسے یمِ ایام ہے اک جام میں غرق

❋

Our boundless world, which is unique in its kind
Is like a fish submerged in the Ocean of Time,
This Ocean of Time you are sure to find plunged
Into the cup of my tiny heart.

﴿۶۹﴾

بمرغانِ چمن ہم داستانم زبانِ غنچہ ہاے بے زبانم
چو میرم با صباحکم بیامیز کہ جز طوفِ گلاں کارے ندانم

*

میں مرغانِ چمن کا ہم نوا ہوں میں غنچوں کی زباں تک جانتا ہوں
مروں تو میری مٹی دیں صبا کو کہ پھولوں پر میں منڈلاتا رہا ہوں

*

Knower of the tongue of the tongueless buds,
To the fold of the garden birds, I surely belong,
Mix my remains with the breeze when I die,
Since I have been around flowers life long.

﴿۷۰﴾

نماید آنچہ ہست این وادیِ گل؟ درونِ لالۂ آتش بجاں چیست؟
بچشمِ ما چمن یک موجِ رنگ است کہ می داند بچشمِ بلبلاں چیست

*

نظر جو آرہا ہے کیا چمن ہے؟ ہے کیا شئے لالۂ شعلہ جگر میں
مری نظروں میں موجِ رنگ ہے باغ نہ جانے کیا ہو بلبل کی نظر میں

*

The garden appears to be under colourful showers
But what's the inner side of the flaming flowers
And what's the reality? None can tell!
Does it look the same to the nightingale?

﴿ ۷۱ ﴾

تو خورشیدی و من سیّارۂ تو سراپا نورم از نظّارۂ تو
نہ آغوشِ تو دورم نا تمام تو قرآنی و من سیپارۂ تو

٭

تو سورج اور میں سیارہ تیرا تو ناظر اور میں نظارہ تیرا
ہوں تجھ سے دور رہ کر نامکمل تو قرآں اور میں سیپارہ تیرا

٭

Thou art the sun and I am a star,
I am brightened by thy shiny look,
I'm incomplete when thou art afar,
I am only a chapter of thy Holy Book.

﴿ ۷۲ ﴾

خیالِ او درونِ دیدہ خوشتر غمش افزودہ جاں کاہیدہ خوشتر
مرا صاحب دِلے این نکتہ آموخت ز منزل جادۂ پیچیدہ خوشتر

٭

خیالِ یار آنکھوں میں سہانا ہم اُس کے ہجر میں غم دیدہ بہتر
کہا مجھ سے یہ پیرِ نکتہ داں نے ہے منزل سے رہِ پیچیدہ بہتر

٭

It's better to nurture God's grief and pain
Than to unite with Him, since, as pointed out by a sage
"Better to take to the route serpentine
Than to rest and enjoy at the last halting stage.

﴿۷۳﴾

دماغم کافرِ زنار دار است | بتان را بنده و پروردگار است
دِلم رابیں کہ نالد از غمِ عشق | ترا با دین و آئینم چہ کار است

٭

ہے بت گر بھی، پرستارِ بتاں بھی | دماغ اپنا روش میں آزرانہ
مرا مذہب نہ پوچھو، دل کو دیکھو | ہے جس میں دردِ عشقِ بیکرانہ

٭

Ignore my infidel head, which sketches; adores and discards features
And praise my heart that pines for God and His creatures.
If thou findest me sincere in my word and deed,
What hast thou to do with my religion and creed?

﴿۷۴﴾

صنوبر بندۂ آزادۂ او | فروغِ روئے گل از بادۂ او
حریمش آفتاب و مہ و انجم | دلِ آدم درِ نکشادۂ او

٭

صنوبر، بندۂ وارستہ اُس کا | جسے دیکھو وہی وارفتہ اس کا
حرم اس کا اگر ہیں ماہ و انجم | دلِ آدم درِ سر بستہ اس کا

٭

The Cypress is a treed slave of God's binding love,
His divine wine makes the flower shine to its deep core.
The sun, the moon and the stars constitute His shrine,
To which Man's heart stands as an unopened door.

﴿۷۵﴾

ز انجم تا به انجم صد جهان بود خرد هر جا که پرزد آسمان بود
و لیکن چون بخود نگیرستم من کرانِ بیکراں در من نہاں بود

※

ستاروں میں جہاں اندر جہاں ہے خرد کی آخری حد آسماں ہے
مگر جب دل کے اندر جھانکتا ہوں مرے اندر کرانِ بیکراں ہے

※

From stars to stars, celestial bodies roll,
The skies cry halt to the Wisdom's flight,
But when I peep into my inner soul,
Is not a 'boundless bound' within my sight?

﴿۷۶﴾

بپاے خود مزن زنجیرِ تقدیر تہِ ایں گنبدِ گرداں رہے ہست
اگر باور نداری خیز و دریاب کہ چوں پاوا کنی جو لانگہے ہست

※

چھڑا کر حلقۂ زنجیرِ تقدیر نکل آ، زیرِ گردوں بھی ہیں راہیں
اٹھا قدموں کو اپنے آزما دیکھ ترے قدموں میں سو جولان گاہیں

※

Don't say thy fate is sealed; it's not fair,
Under the revolving sky, there's always a way out,
Let's have a try in case thou entertainest any doubt,
Step forward! Have a leap and lo! The success is there!

﴿۷۷﴾

دلِ من در طلسمِ خود اسیر است جہاں از پر تو او تاب گیر است
مپرس از صبح و شام از آفتابے کہ پیشِ روزگارِ من پریر است

٭

گرفتارِ طلسم خود، مرا دل اسی سے ہے مری دنیا میں ہلچل
مرے دن رات کب ہیں تابعِ مہر مرے پیشِ نظر بیتا ہوا کل

٭

Confined as I'm within my fantasy flights,
Which brightens, my envisaged world, tiny yet vast,
Don't refer the calendar to determine my age,
Since I go backward in the direction of Golden past.

﴿۷۸﴾

نوادر سازِ جاں از زخمۂ تو چساں در جانی و از جاں برونی
چراغم با تو سوزم بے تو میرم تو اے بیچونِ من بے من چگونی

٭

ہے میرے سازِ جاں کا زخمہ در تو دیا ہوں، تجھ سے روشن، بے تو مردہ
مگر موجود تو میرے بنا بھی بنا میرے اے جانم تو ہے کیسا؟

٭

How dost thou inspire my soul to sing; please tell?
How within me and outside Thou simultaneously dwell?
Lamp-like, I burn within Thee and die when Thou art away,
How do Thou farest, without me, oh matchless? Pray!

﴿۷۹﴾

نفس آشفتہ موجے از یمِ اوست　　نئے ما، نغمۂ ما، ز دمِ اوست
لبِ جوئے ابد چوں سبزہ رستیم　　رگِ ما، ریشۂ ما، از نمِ اوست

❋

نفس میرا ترے دریا کی اک موج　　مرے نغموں میں رقصاں تیرا دم ہے
لبِ جوئے ابد، میں مثلِ سبزہ　　رگ و ریشہ میں میرے تیرا نم ہے

❋

My distracted breath is the wave of His ocean,
Through His reed, my melody issues,
Like green grass, grown beside the lake of Eternity
His vital mucus runs into my veins and tissues.

﴿۸۰﴾

ترا دردِ یکے در سینہ پیچیدہ　　جہانِ رنگ و بو را آفریدی
دگر از عشق بیباکم چہ رنجی　　کہ خود ایں ہائے و ہو را آفریدی

❋

ترا احساسِ تنہائی تھا جس نے　　کیا پیدا جہانِ رنگ و بو کو
جو میرا عشق ہے بے باک غم کیوں　　ہے نسبت تجھ سے اس کے ہائے و ہو کو

❋

When the creative drive awakened within Thee,
Thou created the world of multifarious dye,
Why then complain about my maddening Love?
It's Thou who hast caused this hue and cry!

﴿۸۱﴾

کرا جوئی چرا در پیچ و تابی | کہ او پیداست تو زیرِ نقابی
تلاشِ او کنی جز خود نہ بینی | تلاشِ خود کنی جز او نیابی

٭

اسے کیا ڈھونڈتے ہو جو عیاں ہے | تمھی پردے میں ہو، اتنا سمجھ لو
اسے ڈھونڈو گے! تم ہاتھ آؤ گے خود | تلاشِ خود کرو، پاؤ گے اُس کو

٭

Whom do thou seekest? Him! Who is crystal clear!
Thou art thyself an enigma; why then trouble thy mind?
In searching Him, thou wilt find thy own image;
In searching thy own Self it's He whom thou wilt find!

﴿۸۲﴾

تو اے کودک منش خود را ادب کن | مسلماں زادہ! ترکِ نسب کن
برنگ احمر و خون و رگ و پوست | عرب نازد اگر ترکِ عرب کن

٭

تو اے طفلانہ خو کر اپنی تادیب | مسلماں زادہ ہے، ترکِ نسب کر
جو رنگ احمر و نام و نسب پر | عرب نازاں ہو تو ترکِ عرب کر

٭

Oh you, childish-minded, discipline your nature
If Muslim-born, disclaim pedigree and stature
Disown an Arab (for his grave deflection);
If he prides in his blue blood and fair complexion.

﴿۸۳﴾

نہ افغانیم و نے تُرکِ تتاریم چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیزِ رنگ و بو برما حرام است کہ ما پروردۂ یک نوبہاریم

❋

نہ افغانی، نہ ہم ترکِ تتاری نہ ہم باشندے ہیں گنگ و جمن کے
تمیزِ رنگ و بو کیسی یہ ہم میں! کہ ہم پالے ہوئے ہیں اک چمن کے

❋

We are neither the Afghans nor the Turks,
Because we are the birds of the same feather,
It's unlawful to discriminate on the basis of caste and colour,
We all belong to the New Spring, (brought up in common weather).

﴿۸۴﴾

نہاں در سینۂ ما عالمے ہست بخاکِ ما دلے، در دل غمے ہست
و زاں صہبا کہ جانِ مابرافروخت ہنوز اندر سبوئے مانمے ہست

❋

ہمارے سینے میں آفاق سارا اسے سینے میں دل اور دل میں غم ہے
کبھی گرمایا تھا جس مے نے ہم کو اسی سے اپنا ساغر اب بھی نم ہے

❋

Our bosoms envisage a world (so beautiful and fine)
Our bodies bear hearts throbbing with an acute pain
Because our flasks contain the dregs of that wine
Which once brightened our soul (and enlivened our brain).

﴿۸۵﴾

دل من، اے دلِ من، اے دلِ من — یمِ من، کشتیِ من، ساحلِ من
چو شبنم بر سرِ خاکم چکیدی؟ — و یا چوں غنچہ رستی از گلِ من

٭

اے دل، اے میرے دل اے میرے حاصل — بتا اتنا کہ تیری اصل کیا ہے
تو شبنم کی طرح اوپر سے اترا — کہ مثلِ غنچہ سینے میں اُگا ہے؟

٭

Oh my heart! My heart!! My heart!!
My sea, my ferry, my shore, my inn,
Hast thou alighted like a dewdrop from above?
Or hast sprouted like a bud from me within?

﴿۸۶﴾

چہ گویم نکتۂ زشت و نکو چیست — زباں لرزد کہ معنی پیچدار است
بروں از شاخ بینی خار و گل را — درونِ او نہ گل پیدا نہ خار است

٭

بتاؤں کیا؟ کہ خوب و زشت کیا ہے — کہ معنی ان کے تہ در تہ نہاں ہیں
بروں شاخ، خار و گل ہیں لیکن — درونِ شاخ خار و گل کہاں ہیں؟

٭

To call a thing beautiful or clumsy, I always refrain,
Since their meaning is too intricate to explain,
We behold the flowers and thorns as on the bough,
But within the bough, are they what they look above?

﴿ ۸۷ ﴾

کسے کو دردِ پنہانے ندارد　　تنے دارد ولے جانے ندارد
اگر جانے ہوس داری، طلب کن　　تب و تابے کہ پایانے ندارد

❊

نہیں جو واقفِ دردِ نہانی　　بدن رکھتے ہوئے محرومِ جاں ہے
بدن میں جان بھی چاہو تو مانگو　　تڑپ ایسی کہ بے حدّ و کراں ہے

❊

He who suffers no inward pain
Possesses a body without a soul,
Soul, if thou really wantest to possess,
An endless suffering should be thy goal.

﴿ ۸۸ ﴾

چہ پرسی از کجایم چیستم من　　بخود پیچیدہ ام تا زیستم من
درین دریا چو موجِ بیقرارم　　اگر برخود نہ پیچم نیستم من

❊

میں زندہ ہوں، کہ پیچ وتاب میں ہوں　　تڑپ ہی سے ہے موجِ آب باقی
میں مٹ جاؤں گا مثلِ موجِ دریا　　نہ ہوگا جب یہ پیچ و تاب باقی

❊

May I tell thee the secret of my existence?
I constantly struggle, therefore I exist.
Like a restless wave on the surface of an ocean,
I have no identity unless I turn and twist.

﴿۸۹﴾

بچندیں جلوہ در زیرِ نقابی   نگاہِ شوقِ ما را بر نتابی
دَوِی در خونِ ما چو مستیِ مے   و لے بیگانہ خوئی دیریابی

❋

تری ہر شئے میں ہے جلوہ نمائی   نگاہِ شوق سے پھر بھی نہاں ہے
لہو میں مستیِ مے بن کے دوڑے   مگر ہاتھ آئے تو ایسا کہاں ہے!

❋

With so much outer manifestations, yet behind the veil,
Thou art beyond, beyond my eager sight.
Running in my veins, like intoxicating wine,
Thou art difficult to hold and prone to flight.

﴿۹۰﴾

دل از منزل تہی کن پا برہ دار   نگہ را پاک مثلِ مہر و مہ دار
متاعِ عقل و دیں با دیگراں بخش   غمِ عشق ار بدست افتد نگہ دار

❋

لٹا کر عقل و دیں چل دینا فی الفور   نہ پھر منزل کی کوئی آس رکھنا
اگر قسمت سے ہاتھ آئے غمِ عشق   ہمیشہ اس کو دل کے پاس رکھنا

❋

If thou, perchance, experience the love-born pain,
Discard the idea of reaching thy goal,
Nurture this pain and retain it in thy soul,
Even at the cost of thy cult and qualities of brain.

﴿۹۱﴾

بیا اے عشق اے رمزِ دلِ ما — بیا اے کشتِ ما اے حاصلِ ما
کہن گشتند این خاکی نہاداں — دگر آدم بنا کن از گلِ ما

*

اے میرے عشقِ تازہ کار آ کر — دکھا جا اپنی پھر سحر آفرینی
پرانے ہوگئے سب خاک زادے — نیا آدم اٹھا مٹی سے میری

*

Oh Love; the deep secret of our heart,
Our field; our harvest; our basis; our trust.
Since these hollow-headed fellows have grown out-dated,
Come on and raise a new Adam from our dust.

﴿۹۲﴾

سخن درد و غم آرد، درد و غم بہ — مرا این نالہ ہائے دمبدم بہ
سکندر را ز عیشِ من خبر نیست — نوائے دلکشے از ملکِ جم بہ

*

سخن کا میرے حاصل، درد و غم ہے — نہیں بہتر کوئی شئے درد و غم سے
یہ میرا عیش کیا جانے سکندر — مرا نغمہ ہے بہتر ملکِ جم سے

*

My poetry causes grief; let it cause,
I revel in my bemoanings without a pause,
How Alexander would know; (knowing as he does to fleece).
That my sweet songs excell the land of Greece.

﴿۹۳﴾

نہ من بر مرکب خنگی سوارم — نہ از وابستگانِ شہر یارم
مرا اے ہم نشیں دولت ہمیں بس — چو کاوم سینہ را لعلے بر آرم

٭

مجھے بے مال و زر سمجھے نہ کوئی — بظاہر ہوں اگر بے مال و زر میں
دفینہ میرا سینہ، جب بھی چاہوں — نکالوں کھود کر لعل و گہر میں

٭

I am not a courtier, nor a Cavalier royal
I am far, far away from regal pomp and glory,
Yet this much fortune is enough to satisfy me:
Whenever I dig up my heart, I bring out a ruby.

﴿۹۴﴾

کمالِ زندگی خواہی بیاموز — کشادن چشم و جز بر خود نہ بستن
فرو بردن جہان را چودمِ آب — طلسم زیر و بالا در شکستن

٭

کمالِ زندگی چاہو تو سیکھو — کھلی آنکھیں فقط دل پر ہی رکھنا
طلسمِ زیر و بالا توڑنا ہو — تو دنیا کے مزے ہرگز نہ چکھنا

٭

In order to achieve perfection in life,
Open thy inward eye, to the exclusion of those who surround;
Gulp down the world like a draught of water,
And exorcise the talisman of the Cosmos around.

﴿۹۵﴾

تو می گوئی کہ آدم خاکزاد است | اسیرِ عالمِ کون و فساد است
ولے فطرت ز اعجازے کہ دارد | بنائے بحر بر جوئش نہاد است

*

وجود اُس کا ہے گرچہ بودِ شبنم | اگرچہ خاک کا پتلا ہے آدم
مشیّت نے اُسے وہ آبجودی | ہے جس پر بحر کی بنیاد قائم

*

Thou thinkest that Man is as helpless as clay,
Limited in the cosmos is his sway;
If so, then why has the miraculous Nature laid
The foundation of an ocean on his fountain-head?

﴿۹۶﴾

دلِ بیباک را ضرغام رنگ است | دلِ ترسندہ را آہو پلنگ است
اگر بیمے نداری بحر صحراست | اگر ترسی بہر موجش نہنگ است

*

بہادر کی نظر میں شیر، سایہ | دلِ دہشت زدہ سایے سے لرزاں
ہے بزدل کو نہنگ آسا ہر اک موج | جیالے کو سمندر بھی ہے میداں

*

A lion is a lamb to the fearless shepherd,
To a coward, the deer is a formidable leopard,
The ocean looks desert-like if thou dost not recoil,
If fearful, each wave looks like a crocodile.

﴿ ۹۷ ﴾

ندانم بادہ ام یا ساغرم من گہر دردانم یا گوہرم من
چنان بینم چو بر دل دیدہ بندم کہ جانم دیگرست و دیگرم من

٭

میں صہبا ہوں کہ ساغر کون جانے؟ معمّا ہی سہی، ہے قابل غور
نظر بھر کر جو میں نے دل میں جھانکا لگا، ہے جاں کسی کی، میں کوئی اور

٭

I don't know whether I am wine or a cup
A gem or a casket for holding gems
Because when I dive deep into my inner Self, I feel
That my soul belongs to some one and I am·someone else.

﴿ ۹۸ ﴾

تو گوئی طائرِ ما زیر دام است پریدن بر پر وبالش حرام است
ز تن برجستہ تر شد معنیِ جاں فسانِ خنجرِ ما از نیام است

٭

اگرچہ مانعِ پرواز جاں وہ اُجاگر تن سے ہیں معنیِ جاں بھی
یہ تن کیا ہے؟ نیام تیغِ جاں ہے نیام ایسی جو ہے سنگِ فساں بھی

٭

Thou thinkest that the soul is incapable of flights
When it is encaged in flesh and bone.
In my view, the embodied soul attains greater heights,
It's like a dagger whose sheath serves as is whetting stone.

﴿۹۹﴾

چساں زاید تمنا در دلِ ما ‏ چساں سوزد چراغِ منزلِ ما
بہ چشمِ ما کہ می بیند چہ بیند؟ ‏ چساں گنجید دل اندر گلِ ما

٭

یہ منزل پر جلاتا ہے دیا کون؟ ‏ تمنا کیسے آجاتی ہے دل میں؟
تماشائی ہے کون آنکھوں سے میری؟ ‏ یہ دل کیسے سمایا مشتِ گل میں؟

٭

How does at all my heart create a desire?
How does it burn like a signal fire?
Who sees through my eyes? And what? And how my heart
Happens to be my material body's part?

﴿۱۰۰﴾

چو در جنت خرامیدم پسِ مرگ ‏ بہ چشم این زمین و آسماں بود
شکے در جانِ حیرانم در آویخت ‏ جناں بود آں کہ تصویرِ جہاں بود

٭

بوقت سیر، جنت میں پس مرگ ‏ جھلک دیکھی زمین و آسماں کی
دلِ حیراں کو شک سا ہو چلا تھا ‏ وہ جنت تھی کہ تصویر جہاں تھی

٭

In paradise, I was surprised to find
The same horizon which I had left behind,
A doubt then crossed my dazed mind;
"Is this the world or its portrait so fine"

﴿۱۰۱﴾

جہانِ ما کہ جز انگارۂ نیست   اسیرِ انقلابِ صبح و شام است
ز سوہانِ قضا ہموار گردد   ہنوز این پیکرِ گل ناتمام است

❋

کبھی خاکہ تھی یہ دنیا پر اس میں   زمانہ رنگ بھرتا جارہا ہے
اِدھر دستِ مشیت دھیرے دھیرے   مکمل اس کو کرتا جارہا ہے

❋

The world which is like a sketch today,
Is the product of the changing Time-space range,
The Providence-Hand shall smoothen it one day
This model of clay is in the process of change

﴿۱۰۲﴾

چساں اے آفتابِ آسماں گرد   بایں دوری بہ چشمِ مادر آئی
بجا کی واصل و از خاکداں دور   تو اے مژگاں گسل آخر کجائی

❋

تجھے نسبت ہے اے سورج! زمیں سے   مگر لگتا نہیں اس خاکداں کا
بایں دوری مری آنکھوں میں اترے   بتادے، تو ہے باشندہ کہاں کا

❋

How dost thou, oh sun, travelling in the sky.
Descend to my eyes from a distance so long?
Attached to this world, and living so high
Oh "eye-lash breaker", to what place dost thou belong?

﴿۱۰۳﴾

تراش از تیشۂ خود جادۂ خویش — براہِ دیگران رفتن عذاب است
گر از دستِ تو کارِ نا در آید — گناہے ہم اگر باشد ثواب است

❋

بنا تیشے سے اپنا، راستا خود — نہ چل تو راہ پر غیروں کے اے دل
انوکھا کام گر ہو جائے تجھ سے — گنہ بھی ہو تو ہے نیکی میں داخل

❋

Carve out thy own path, (if thou wantest to win),
It's torture to follow the footsteps of others,
If thou performest a novel act with thy own hands,
Call it a virtue, may it be sin.

﴿۱۰۴﴾

بہ منزل رہروِ دل در نسازد — بآب و آتش و گل در نسازد
نہ پنداری کہ در تن آرمیدست — کہ ایں دریا بساحل در نسازد

❋

نہ اس رہرو کی منزل سے بنی ہے — نہ آب و آتش و گل سے بنی ہے
یہ دل سینے میں آسودہ بھی کب تھا — کبھی دریا کی ساحل سے بنی ہے؟

❋

Out of humour, with the organic elements,
Our heart, don't think, is not sore,
It's ill at ease in the confines of the body;
This ocean is always at loggerheads with its shore.

﴿۱۰۵﴾

بیا با شاہدِ فطرت نظر باز — چرا در گوشۂ خلوت گزینی
ترا حق داد چشمِ پاک بینے — کہ از نورش نگاہے آفرینی

*

ہوا ہے گوشۂ خلوت میں گم کیوں؟ — حیات آغوشِ فطرت میں بسر کر
تجھے جب حق نے چشمِ پاک بیں دی — تو اس کے نور سے پیدا نظر کر

*

Be in communion with the Nature's beauty,
Don't flee from Her out of fright,
When God has given thee the purifying eyes
Develop a pure insight out of this light.

﴿۱۰۶﴾

میانِ آب و گِل خلوت گزیدم — ز افلاطون و فارابی بریدم
نہ کردم از کسے در یوزۂ چشم — جہاں را جز بچشمِ خود ندیدم

*

دروں بینی نے مجھ کو باز رکھا — فلاطون و ارسطو کے اثر سے
ہے مانگے کی نظر کا کیا بھروسا؟ — پرکھتا ہوں جہاں اپنی نظر سے

*

I prefer to remain secluded in the world,
To borrow others' sight I never thought right,
Remaining cut off from Plato and Averro,
I scanned the world with my own insight.

﴿۱۰۷﴾

ز آغازِ خودی کس را خبر نیست خودی در حلقۂ شام و سحر نیست
ز خضر این نکتۂ نادر شنیدم کہ بحر از موج خود دیرینہ تر نیست

٭

ہو آغازِ خودی کا علم کیوں کر خودی ہے حدِ روز و شب سے باہر
کہا کیا خوب یہ مجھ سے خضر نے نہیں ہے موج سے پہلے سمندر

٭

None knows when did the Self-hood originate,
It's not a Spatial Time bound slave.
Khizer once suggested a brilliant point;
"The 'Ocean' never pre-existed its 'Wave'!

﴿۱۰۸﴾

دلا رمزِ حیات از غنچہ در یاب حقیقت در مجازش بے حجاب است
ز خاک تیرہ می روید و لیکن نگاہش بر شعاعِ آفتاب است

٭

سلیقہ زیست کا غنچے سے سیکھو کہ ظاہر، اس کا ہے باطن کا مظہر
اگرچہ، خاکِ تیرہ سے اُگا ہے مگر نظریں ہیں، سورج کی کرن پر

٭

Learn the secret of life from a bud,
To whom life is real and not a mere fun.
Growing out of the dark recesses of the earth,
It looks upwards to the rays of the sun.

﴿۱۰۹﴾

فروغِ او بہ بزم باغ و راغ است | گل از صہبائے او روشن ایاغ است
شبِ کس در جہاں تاریک نگذاشت | کہ در ہر دل زداغِ او چراغ است

❊

اسی کے دم سے بزمِ باغ روشن | اسی کے دم سے کوہ و راغ روشن
کسی کی شب نہ چھوڑی اس نے تاریک | کہ ہر دل میں ہے اس کا داغ روشن

❊

Every flora and fauna bears His hallmark,
Every flower-cup glows with His sparkling wine,
His branded mark burns like a lamp in every heart,
Thus He hasn't left a single soul in the dark.

﴿۱۱۰﴾

ز خاکِ نرگستانِ غنچۂ رست | کہ خوب از چشمِ او شبنم فروش است
خودی از بیخودی آمد پدیدار | جہاں دریافت آخر آنچہ می جست

❊

کھلا نرگس کا غنچہ آخرِ کار | نظر اس کی پریشاں چار سو، تھی
خودی ابھری زمانے نے بھی پائی | وہی شئے جس کی اس کو جستجو تھی

❊

When a narcissus bud sprouted at long last,
And the (morning) dew washed away the sleepiness it bore
The Selfhood raised its head out of Selflessness,
The world found at last what it has been looking for.

﴿۱۱۱﴾

جہاں کز خود ندارد دستگاہے | بکوئے آرزو می جست راہے
ز آغوشِ عدم دُزدیدہ بگریخت | گرفت اندر دلِ آدم پناہے

*

ہوئی جیسے ہی یہ دنیا خود آگاہ | تو کوئے آرزو میں ڈھونڈلی راہ
گریزاں ہو کے آغوشِ عدم سے | تراشی قلب آدم میں پنہ گاہ

*

A macrosm, in order to express itself
Developed a desire to escape-then ran
Away from the bosom of non-entity,
And found its refuge in the microsm called, (Man).

﴿۱۱۲﴾

دلِ من رازدانِ جسم و جان است | نہ پنداری اجل برمن گران ست
چہ غم گر یک جہاں گم شد ز چشمم | ہنوز اندر ضمیرم صد جہان است

*

مرا دل راز دانِ جسم و جاں ہے | نہ یہ سمجھو اجل مجھ پر گراں ہے
اجل نے اک جہاں چھینا تو کیا غم! | مرے دل میں جہاں اندر جہاں ہے

*

I know the secrets of the body and soul.
That the idea of death will aggrieve me, is wrong.
What! If I lose this world? It's not my goal,
Within my heart, hundreds of worlds throng.

﴾۱۱۳﴿

گلِ رعنا چو من در مشکلے ہست / گرفتارِ طلسمِ محفلے ہست
زبانِ برگِ او گویا نکر دند / ولے در سینۂ چاکش دلے ہست

*

گلِ[1] رعنا کی مشکل میری مشکل / کہ دونوں ہیں اسیر ذوقِ محفل
زبانِ برگ اس کی بھی ہے گونگی / ہے سینہ چاک اور اس میں بھی ہے دل

*

The yellow - red flower, encounters the same difficulty as I do,
Both of us crave to communicate with others .
But like mine, its tongue - like petals are dumb
With a bleeding heart in its split bosom.

﴾۱۱۴﴿

مزاجِ لالۂ خود روشناسم / بشاخ اندر گلاں را بوشناسم
ازاں دارد مرا مرغِ چمن دوست / مقامِ نغمہ ہاے اوشناسم

*

جواب تک شاخ سے پھوٹے نہیں ہیں / میں ان غنچوں کی بو پہچانتا ہوں
مجھے مرغِ چمن کہتا ہے اپنا / کہ اک اک راگ اس کا جانتا ہوں

*

My knowledge of the self-grown tulip is sound,
I can smell the flowers still underground,
To the friend circle of the singing thrush I belong,
Because I am the connoisseur of its melodious song.

---

[1] گلِ رعنا = ایک قسم کا دورنگی پھول جو باہر سے زرد اور اندر سے سرخ ہوتا ہے

﴿۱۱۵﴾

جہاں یک نغمہ زارِ آرزوے	بم و زیرش ز تارِ آرزوے
بہ چشم ہرچہ ہست و بود باشد	دمے از روزگارِ آرزوے

*

یہ ہنگامہ جہانِ کیف و کم کا	عطا ہے نغمہ زارِ آرزو کی
جسے کہتے ہیں ہست و بود و فردا	جھلک ہے روزگارِ آرزو کی

*

The Desire is like a beautiful lyre
Whose strings modulate the fortunes, misfortunes
Of the world which dances to its tunes.
All that Was; Is and to Be is a glimpse of Desire.

﴿۱۱۶﴾

دل من بیقرارِ آرزوے	درونِ سینۂ من ہاے و ہوے
سخن اے ہم نشیں از من چہ خواہی	کہ من با خویش دارم گفتگوے

*

یہ دل جب سے شہیدِ آرزو ہے	مرے سینہ میں شورِ ہاے و ہو ہے
کروں کیا گفتگو تم سے اے یارو	مرا دل مجھ سے محوِ گفتگو ہے

*

Why do you expect me to compose a ditty?
When my heart is full of turmoil and pity?
I am unable to compose a poem. as you desire
Because I am busy talking to my own Self.

﴿۱۱۷﴾

دوامِ ما ز سوزِ نا تمام است چو ماہی جز تپش بر ما حرام است
مجو ساحل کہ در آغوشِ ساحل تپیدِ یک دم و مرگِ دوام است

❋

دوامِ جاں تپش کی ناتمامی تپش سے ہے عبارت جانِ ماہی
تجھے ساحل پہ جا کر کیا ملے گا تپِ یک آن و مرگ جاودانی

❋

I owe my permanence to perpetual suffering,
Fish-like, rest is forbidden in my faith.
I never seek the shore because on the shore,
There's a momentary stir, followed by non-ending death.

﴿۱۱۸﴾

مرنج از برہمن اے واعظِ شہر گر از ما سجدۂ پیشِ بتاں خواست
خدائے ما کہ خود صورتگری کرد بتے را سجدۂ از قدسیاں خواست

❋

خفا کیوں ہے برہمن سے اے واعظ جو اس نے کہہ دیا 'کر بت کو سجدہ'
بنا کر جب خدا نے ایک مورت فرشتوں سے طلب سجدہ کیا تھا

❋

Oh the urban preacher! Why do you fume and fret,
When the Brahmin calls you to make an obeisance to the idol?
After completing the image did not the Creator call
The Angels of the Heaven to lie before Adam prostrate?

﴿۱۱۹﴾

حکیماں گرچہ صد پیکر شکستند مقیم سومناتِ بود و ہست اند
چساں افرشتہ و یزداں بگیرند ہنوز آدم بہ فترا کے نہ بستند

❋

بہت توڑے ہیں پیکر فلسفی نے مگر پھر بھی رہا وہ سومناتی
خدا کو کیا کرے گا وہ گرفتار نہ آیا جس کے بس میں آدمی بھی

❋

Oh you thinkers, you are unable to cross
The limited bounds of the material cosmos.
How can you catch hold of God with His Angelic clan,
When you have failed even to ensnare Man.

﴿۱۲۰﴾

جہاں ار وید از مشتِ گلِ من بیا سرمایہ گیر از حاصلِ من
غلط کردی رہِ سر منزلِ دوست دمے گم شو بصحرائے دلِ من

❋

ہے میری کشتِ جاں زرخیز کتنی اسی کے خوشہ چیں تم ہو کے دیکھو
غلط جا پر نہ ڈھونڈو منزلِ دوست مرے صحرائے دل میں کھو کے دیکھو

❋

Don't choose the wrong path leading to a dead end;
Reap my rich harvest, before you decide to embark.
If you earnestly want to meet our Common Friend,
For a moment, be lost in the desert of my heart.

﴿ ۱۲۱ ﴾

هزاران سال با فطرت نشستم به او پیوستم و از خود گسستم
ولیکن سرگذشتم این دو حرف است تراشیدم، پرستیدم، شکستم

*

ہزاروں سال سے فطرت کے ہوں ساتھ کبھی اک طرز پر اس کو نہ ڈھالا
دو حرفوں میں حکایت یہ ہے میری بنایا، کی پرستش، توڑ ڈالا

*

For centuries, I sat in thoughtful communion
With Nature, to the point of self-abnegation.
To compress my long episode in a tabloid
I fashioned; I adored; I destroyed.

﴿ ۱۲۲ ﴾

به پهنای ازل پر می کشودم ز بندِ آب و گل بیگانه بودم
بچشم تو بهای من بلند است که آوردم ببازارِ وجودم

*

میں اُڑنے کو تھا پہنائے ازل میں نہ تھا معلوم کیا ہے بارِ ہستی
جو تو نے مجھ کو پایا بیش قیمت مجھے لایا سرِ بازار ہستی

*

Free from the bondage of material existence,
In the expanse of eternity I flapped my wings.
It was Thou, who prized me high in Thy esteem,
And brought me into the mundane market (with trappings).

﴿ ۱۲۳ ﴾

درونم جلوهٔ افکار ایں چیست بروںِ من همه اسرار ایں چیست
بفرما اے حکیم نکته پرداز بدن آسوده، جاں سیار ایں چیست

❋

یہ اندر شورش افکار کیسی؟ یہ باہر محفلِ اسرار کیسی؟
بتائیے کیا حکیم نکتہ پرداز بدن ثابت تو جاں سیار کیسی؟

❋

Whence these flush of ideas within my inner self?
Why am I surrounded with the mysteries chaotic?
Tell me, oh philosopher, the knower of subtleties,
Why is the body inert and the soul dynamic?

﴿ ۱۲۴ ﴾

بخود نازم گدائے بے نیازم تپم، سوزم، گدازم، نے نوازم
ترا از نغمه در آتش نشاندم سکندر فطرتم، آئینه سازم

❋

ہے میرا مشغلہ سینہ گدازی تپش، شعلہ نوائی، نے نوازی
میں کرتا ہوں، دلوں کو آنچ دے کر سکندر کی طرح آئینہ سازی

❋

Even though a beggar, I am proud of my worth,
I wriggle, I swing, I sing and suffer,
I warm you from within; with my fiery songs,
[1]Alexander like, I transmute your heart into a mirror.

1 According to Persian literary traditions Alexander is supposed to invent the mirror

﴿۱۲۵﴾

اگر آگاہی از کیف و کمِ خویش   بیے تعمیر کن از شبنمِ خویش
دلا دریوزۂ مہتاب تاکے   شبِ خود را بر افروز از دمِ خویش

✻

جہانِ بیکراں ہے تیرے اندر   چھپا ہے تیری شبنم میں سمندر
رہے گا چاند کا محتاج کب تک؟   نفس سے اپنے، شب میں روشنی کر

✻

Realizing your worth, your intrinsic strength
Make an ocean of a dew drop,(oh Nature's boon)!
For your inner light, don't depend on the moon,
Brighten your nights with your fiery breath.

﴿۱۲۶﴾

چہ غم داری حیاتِ دل زدم نیست   کہ دلِ در حلقۂ بود و عدم نیست
مخور اے کم نظر اندیشۂ مرگ   اگر دم رفت، دل باقی ست، غم نیست

✻

حیاتِ دل کو کیا نسبت ہے دم سے   خبر کیا دل کو، ہے بود و عدم کیا
تجھے ہے کس لیے اندیشۂ مرگ؟   جو دم ٹوٹے، ہو دل باقی تو غم کیا

✻

Your heart is independent of your breath,
The Day-Night sequence will never drive
Your heart to death; so fear not death!
The breath goes out, leaving your heart alive!

﴿۱۲۷﴾

تو اے دل تا نشینی در کنارم ز تشریفِ شہاں خوشتر گلیم
درونِ سینہ ام باشی پس از مرگ من از دستِ تو در اُمید و بیم

※

تو جب تک ہے مرے سینہ میں اے دل ہے درویشی میں شاہی میرا شیوہ
پر اندیشہ ہے بعد از مرگ مجھ میں رہے گا تو کہ مجھ کو چھوڑ دے گا

※

As long as thou remainest to me loyal
I prefer my rags to robes of honour; royal.
Oh heart! May I ask thee with bated breath;
"Shalt thou continue to accompany me after my death?"

﴿۱۲۸﴾

ز من گو صوفیانِ با صفا را خدا جویانِ معنی آشنا را
غلامِ ہمت آن خود پرستم کہ با نورِ خودی بیند خدا را

※

دھرا کیا ہے تمہاری بیخودی میں بتاؤ صوفیانِ باصفا کو
سلام اُس خود پرستی پر جو دیکھے خودی کے نور میں شانِ خدا کو

※

The Sufis claim to see God in self-renunciation.
I submit to them with all humiliation
That I consider that self-worshipper brilliant and bright
Who, through his Selfhood, sees God in its light.

﴿ ۱۲۹ ﴾

چو نرگس این چمن نا دیده مگذر   چو بو در غنچۂ پیچیده مگذر
ترا حق دیدۂ روشن ترے داد   خرد بیدار و دل خوابیده مگذر

*

تو نرگس سا چمن نادیدہ کیوں ہے   شمیم غنچہ سا پیچیدہ کیوں ہے
ملی حق سے تو دل کی آنکھ بھی کھول   خرد بیدار و دل خوابیدہ کیوں ہے

*

Don't pass away, Narcissus -like with blind eyes
Don't loiter like the smell in the folds of a bud,
With your God-given insight, don't pass by,
While your heart's sleeping and intellect wide-awake.

﴿ ۱۳۰ ﴾

تراشیدم صنم بر صورتِ خویش   بشکلِ خود خدارا نقش بستم
مرا از خود برون رفتن محال است   بہر رنگے کہ ہستم خود پرستم

*

صنم کو اپنی صورت پر تراشا   بشکلِ خود، خدا کا نقش باندھا
خودی کے دام سے پیچھا نہ چھوٹا   غرض ہر رنگ میں اپنے کو پوجا

*

I carved the idol, similar to my self;
That I did make God in my own image, I admit.
Verily, in various forms, I worshipped The Self
Would that I could outstep the anthropomorphic limit!

﴿ ۱۳۱ ﴾

به شبنم غنچۂ نورسته می گفت نگاهِ ما چمن زاداں رسانیست
دران پہنا که صد خورشید دارد تمیزِ پست و بالا هست یا نیست؟

*

کلی شبنم سے بولی "اور ہے کون بجز تیرے، فلک سے آنے والا
بتا، سورج ہیں جس پہنا میں لاکھوں وہاں بھی ہے تمیزِ پست و بالا؟

*

A newly born bud once told a dew drop:
"We, the garden-born ones have no source.
To know if in a galaxy with hundreds of suns,
The 'law of high and low' is likewise in force".

﴿ ۱۳۲ ﴾

زمیں را رازدانِ آسماں گیر مکاں را شرحِ رمزِ لامکاں گیر
پَرَد ہر ذرّہ سوے منزلِ دوست نشانِ راه از ریگِ رواں گیر

*

زمیں بھی ترجمانِ آسماں ہے مکاں بھی شرحِ رمزِ لامکاں ہے
اُسی کی سمت ذرّے اڑ رہے ہیں نشانِ راہِ حق، ریگِ رواں ہے

*

The secrets of the skies lie buried in the land,
It is the space that explains what's the Spaceless;
Since every particle flies towards the Traceless,
Trace your pathway within the flying sand.

﴿ ۱۳۳ ﴾

ضمیرِ کن فکاں غیر از تو کس نیست　　نشانِ بے نشاں غیر از تو کس نیست
قدم بیباک تر نہ در رہِ زیست　　بہ پہنائے جہاں غیر از تو کس نیست

٭

ضمیر کن فکاں میں، تو ہی تو ہے　　جہانِ این و آں میں، تو ہی تو ہے
نڈر ہوکر زمیں پر تو قدم رکھ　　کہ پہنائے جہاں میں، تو ہی تو ہے

٭

You are the marrow of the creation alone,
A matchless index to the Signless Sign.
Since no other creature shares these qualities with you,
Proceed with the slogan: "The earth is mine".

﴿ ۱۳۴ ﴾

زمیں خاکِ درِ میخانۂ ما　　فلک یک گردشِ پیمانۂ ما
حدیثِ سوز و ساز ما دراز است　　جہاں دیباچۂ افسانۂ ما

٭

اگر ہیں مثلِ میخانہ یہ افلاک　　تو ہے خاکِ در میخانہ، دنیا
دراز اپنا ہے افسانہ سفر کا　　ہے اس افسانے کا دیباچہ، دنیا

٭

The earth's like the dust of our tavern's door,
To us, the firmament's like one course of the wine bowl, no more.
To put the story of my struggle in a nut-shell
The world is a preface to our adventurous tale.

﴿۱۳۵﴾

سکندر رفت و شمشیر و علم رفت　　خراج شہر و گنجِ کان و یم رفت
امم را از شہاں پایندہ تر داں　　نمی بینی کہ ایران ماند و جم رفت

٭

سکندر بھی گیا، سیف و علم بھی　　خراجِ شہر و گنج و کان و یم بھی
ہے ملت بادشاہوں سے بھی محکم　　رہا ایراں، گئے دارا و جم بھی

٭

Alexander, the Great, vanished with his trappings,
Nothing remains of his conquered domains.
Note that the nations survive their kings,
Jamshyd has perished but Iran remains.

﴿۱۳۶﴾

ربودی دل ز چاکِ سینۂ من　　بغارت بردۂ گنجینۂ من
متاعِ آرزویم با کہ دادی　　چہ کردی با غمِ دیرینۂ من

٭

نکالا دل تو سینہ چاک کر کے　　جو اس میں تھا وہ گنجینہ کیا کیا؟
متاعِ آرزو دی، میری کس کو؟　　مرا وہ سوز دیرینہ کیا کیا؟

٭

Thou whisked off my heart from my cleft bosom
And carried away every thing; my precious treasure in chief.
To whom hast Thou given away the wealth of my desires?
And to whom hast Thou handed over my age-old grief?

﴿ ۱۳۷ ﴾

زجوشِ من جہانِ رنگ و بو رفت　　زمین و آسماں و چار سو رفت
تو رفتی اے دل از ہنگامۂ اُو؟　　و یا از خلوت آبادِ تو اُو رفت

※

جہانِ رنگ و بو جب سے گیا دور　　ہوئے ہیں مجھ سے یہ ارض و سما دور
اے دل! تو نے کیا خود سے جہاں ترک　　کہ خود ہی یہ جہاں تجھ سے ہوا دور؟

※

There's no more trace of the world of mirth and joys,
No earth; no sky; no alround noise!
Oh heart! Didst thou forsake the world willingly with gratidue?
Or the world, of itself, withdrew from thy city of solitude!

﴿ ۱۳۸ ﴾

مرا از پردۂ ساز آگہی نیست　　ولے دانم نواے زندگی چیست
سرودم آنچناں در شاخساراں　　گل از مرغِ چمن پرسد کہ این کیست

※

میں راگوں سے کہاں واقف ہوں، پھر بھی　　جو میں نے زندگی کا گیت گایا
تو پوچھا پھول نے مرغِ چمن سے　　'یہ نغمہ گر چمن میں کون آیا؟'

※

Without knowing the subtleties of musical note,
I sing the psalm of life with an easy flow,
I sing so masterly that the flower asks
Its garden colleagues: "Who is this maestro"?

﴿ ۱۳۹ ﴾

نوا مستانہ در محفل زدم من شرارِ زندگی برگلِ زدم من
دل از نور خرد کردم ضیا گیر خرد رابر عیارِ دل زدم من

*

لگائی آگ مشتِ گل میں میں نے تو چھیڑے گیت بھی محفل میں میں نے
خرد کو بھی کسا معیار دل پر بھرا نورِ خرد بھی دل میں میں نے

*

I sing with gay abandon the life-song in gatherings,
Firing their imagination and splitting their hearts apart.
I trained my heart, in the light of my reason,
And assayed my reason on the touchstone of the heart.

﴿ ۱۴۰ ﴾

عجم از نغمہ ہاے من جواں شد ز سودایم متاعِ او گراں شد
ہجومے بود رہ گم کردہ در دشت ز آوازِ درایم کارواں شد

*

جواں میں نے بنایا ہے عجم کو بہا اس کی گراں سودے سے میرے
ہجوم اک منتشر گم کردہ رہ تھا بنا وہ کارواں نغمے سے میرے

*

Helter-skelter, the Easterns ran
But when my poetry gave them as inkling,
And my bell started tinkling,
They filed themselves into an orderly caravan.

﴿ ۱۴۱ ﴾

عجم از نغمہ ام آتش بجان است — صدائے من درائے کاروان است

حدی را تیز تر خوانم چو عرفی — کہ رہ خوابیدہ و محمل گران است

*

مری لے سے عجم آتش بجاں ہے — صدا میری درائے کارواں ہے

حدی کی تیز کی لے مثلِ عرفی — کہ "رہ خوابیدہ" اور "محمل گراں" ہے[۱]

*

The East is enthused with my clarion call,
My voice serves them as a caravan toll,
I chant in a higher pitch, the burden of Urfi's song,
Since "the litter is heavy and the pathway weary" and long.

﴿ ۱۴۲ ﴾

زجانِ بیقرار آتش کشادم — ولے در سینۂ مشرق نہادم

گلِ او شعلہ زار از نالۂ من — چو برق اندر نہادِ او فتادم

*

تنِ مشرق میں میری جانِ بے تاب — کہ میرا سینۂ مشرق میں دل ہے

میں بجلی بن کے فطرت میں ہوں اُس کی — مرے نالوں سے وہ آتش بہ گل ہے

*

Infusing her with my restless soul,
I deposited a heart into the Orient land,
And struck at her like a swift lightning
My wailing ignited her like a firebrand.

---

۱ عرفی کے اس شعر کی طرف اشارہ:

نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی — حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

﴿ ۱۴۳ ﴾

مرا مثلِ نسیم آوارہ کردند دلم مانند گل صد پارہ کردند
نگاہم را کہ پیدا ہم نہ بیند شہید لذّت نظّارہ کردند

*

یہ دل مثلِ صبا آوارہ کیوں ہے؟ گلِ صد برگ سا صد پارہ کیوں ہے؟
نظر میری جو ظاہر بیں نہیں ہے شہیدِ لذتِ نظارہ کیوں ہے؟

*

Why am I made to loiter like the zephyr,
And my heart is torn like the floral petals' finery.
Albeit my eyes miss even the obvious'
Why am I destined to perish for the (unseen) scenery?

﴿ ۱۴۴ ﴾

خرد کر پاس را زرّینہ سازد کمالش سنگ را آئینہ سازد
نوائے شاعرِ جادو نگارے زنیشِ زندگی نوشینہ سازد

*

خرد سے پارچہ زرکار ہو جائے ہنر سے اس کے سنگ آئینہ بن جائے
اگر جادو ہو شاعر کی نوا میں تو نیشِ زندگی نوشینہ بن جائے

*

Intelligence turns cotton into golden brocade.
Its skill polishes a stone to make it a looking glass.
While a poet with his enchanting voice
Turns into boon the bane of hazardous life.

۱۲۵

ز شاخِ آرزو بر خوردہ ام من — بہ رازِ زندگی پے بردہ ام من
بترس از باغباں اے ناوک انداز — کہ پیغامِ بہار آوردہ ام من

*

ثمر چکھا ہے میں نے ہر شجر کا — مری رگ رگ میں اسرارِ گلستاں
اے ناوک افگنو! مالی سے ہشیار — سنو مجھ سے یہ پیغامِ بہاراں

*

I enjoy the fruits of my fervent aspirations,
I've solved the mysteries of life, of which I sing,
Oh archer, be cautious of the gardener's evil designs,
I warn thee as the harbinger of the coming Spring.

۱۲۶

خیالم کو گل از فردوس چیند — چو مضمونِ غریبے آفریند
دلم در سینہ می لرزد چو برگے — کہ بروَے قطرۂ شبنم نشیند

*

بجھاتا ہے مجھے جب بھی تخیل — وہ مضموں جس پہ جنت بھی ہو قرباں
لرزتا ہے مرے سینے میں یوں دل — ہو جیسے برگِ گل شبنم سے لرزاں

*

How enchanting is the Muse's call!
When in response my mind spins a fantasy,
My heart begins to tremble in ecstasy,
Like a leaf, after the dew drop fall.

﴿۱۴۷﴾

عجم بحر یست نا پیدا کنارے | کہ در وے گوہر الماس رنگ است
ولیکن من نہ رانم کشتیِ خویش | بہ دریائے کہ موجش بے نہنگ است

٭

عجم اک بحرِ بے پایاں ہے جس میں | ہیں پوشیدہ گہر ہائے مثالی
پر اُس دریا میں کیا غوطے لگاؤں؟ | نہنگوں سے ہوں موجیں جس کی خالی

٭

I know that the East is a limitless ocean,
Full of pearls with a diamond tinge,
But I don't ferry my boat in calm waters
With no crocodiles in the waves in motion.

﴿۱۴۸﴾

مگو کارِ جہاں نا استوار است | ہر آنِ ما ابد را پردہ دار است
بگیر امروز را محکم کہ فردا | ہنوز اندر ضمیرِ روزگار است

٭

نہ کہہ، نا معتبر کارِ جہاں ہے | ترا ہر پل ابد کا ترجماں ہے
پکڑ امروز کو محکم کہ فردا | ضمیرِ وقت کے اندر نہاں ہے

٭

Don't consider the working of the world as unplanned.
Every moment of ours is covered by Eternity,
Catch hold of Today in your firm grip,
Since the Morrow is in the womb of Time;unborn.

﴿۱۴۹﴾

رمیدی از خداوندانِ افرنگ ولے بر گور و گنبد سجدہ پاشی
بہ لا لائی چناں عادت گرفتی ز سنگِ راہ مولائی تراشی

*

تو چھوٹا دام افرنگی سے لیکن ہے پیش گور و گنبد سر بسجدہ
غلامی کا ہوا خوگر تو اتنا کہ ڈھالا تونے ہر پتھر سے آقا

*

Though free from the Western masters, you flock
The mausoleums and graves and lie before them flat,
So accustomed to slavish mentality you have become
That you carve out a god of this stone or that.

﴿۱۵۰﴾

قبائے زندگانی چاک تا کے چو موراں آشیاں در خاک تا کے
بہ پرواز آ و شاہینی بیاموز تلاشِ دانہ در خاشاک تا کے

*

قبائے زندگی تیری ہے کیوں چاک؟ ہے مور آسا ترا مٹی میں گھر کیوں؟
تو اُڑنے لگ تو شاہینی بھی سیکھے تلاشِ رزق میں یوں در بدر کیوں؟

*

How long will you walk like a tramp in rags?
Don't live on rubbish, like ants and flies,
Don't batten on things ill gotten,
Be like a falcon and fly in the skies!

﴿۱۵۱﴾

میانِ لالہ و گل آشیاں گیر زمرغِ نغمہ خواں درسِ فغاں گیر
اگر از ناتوانی گشتۂ پیر نصیبے از شبابِ این جہاں گیر

❋

میانِ لالہ و گل کر بسیرا چہکنا سیکھ مرغِ نغمہ خواں سے
اگر تجھ میں ضعیفی آگئی ہو تو لے برنائی کچھ اِس گلستاں سے

❋

Nestle among the tulips and flowers in bloom,
Learn from the humming bird the songs of yearning,
If thru' lack of enthusiasm you have grown old,
Borrow a bit of youth from the world so charming.

﴿۱۵۲﴾

بجانِ من کہ جاں نقشِ تن انگیخت ہوا ے جلوہ این گل را دو روکرد
ہزاراں شیوہ دارد جانِ بیتاب بدن گردد چو با یک شیوہ خو کرد

❋

نمود تن ہنر مندی ہے جاں کی ہے جاں سے گل میں بھی ذوقِ تماشا
ہیں لاکھوں جانِ مضطر کی ادائیں بدن مظہر ہے اس کی اک ادا کا

❋

It's the soul that has given my body a form,
The desire to flaunt has made the flower multi coloured,
The restless soul possesses a myriad of charms,
The body is produced when the soul adopts one norm.

﴿۱۵۳﴾

بگوشم آمد از خاکِ مزارے　　کہ در زیرِ زمیں ہم می تواں زیست
نفس دارد و لیکن جاں ندارد　　کسے کو بر مرادِ دیگراں زیست

※

لحد سے آئی کانوں میں یہ آواز　　کہ مر کر بھی ہے امکاں زندگی کا
مگر ہے لاش سے بدتر وہ زندہ　　جو لے غیروں سے احساں زندگی کا

※

The graveyard has given me a clue to the riddle;
That a (noble) man can live even after his death
But the man who plays to others a second fiddle,
Is soulless, though he inhales and exhales the breath.

﴿۱۵۴﴾

مشو نومید ازیں مشتِ غبارے　　پریشاں جلوۂ نا پائیدارے
چو فطرت می تراشد پیکرے را　　تمامش می کند در روزگارے

※

نہ ہو مایوس تو اِس مشتِ گِل سے　　اگرچہ اب بھی انساں ہے ادھورا
کوئی پیکر جو فطرت ڈھالتی ہے　　تو دھیرے دھیرے وہ کرتی ہے پورا

※

Don't despair, if man, a handful of dust
Is scattered like a vanishing vision.
Whenever the Nature sketches out some figure
It's the Time, which gives it the final precision.

﴿۱۵۵﴾

جہانِ رنگ و بو فہمیدنی ہست — دریں وادی بسے گل چیدنی ہست
ولے چشم از درونِ خود نہ بندی — کہ در جانِ تو چیزے دیدنی ہست

٭

ابھی کارِ جہاں بینی ہے باقی — کہ اب بھی یہ جہاں فہمیدنی ہے
مگر دل میں بھی گاہے جھانکتا وہ — کہ اس میں بھی بہت کچھ دیدنی ہے

٭

Though the mysteries of Nature are yet to unravel,
Her flora and fauna are worth exploration.
Don't close your 'inward eye' to inner self,
There's still 'something' worth observation.

﴿۱۵۶﴾

تو می گوئی کہ من ہستم خدا نیست — جہانِ آب و گل را انتہا نیست
ہنوز این راز بر من ناکشودست — کہ چشم آنچہ بیند ہست یا نیست

٭

ترا دعویٰ کہ دنیا لم یزل ہے — کوئی پروردگار اس کا نہیں ہے
مری الجھن کہ میں اب تک نہ سمجھا — نظر آتا ہے جو "ہے" یا "نہیں" ہے

٭

You opine that it's you who exists and not the Creator;
That the matter is eternal and shall always endure.
As for me, whatever I see around as real
Does really exist? - I'm not sure!

﴿۱۵۷﴾

بساطم خالی از مرغِ کباب است نہ در جامم مئے آئینہ تاب است
غزالِ من خورد برگِ گیاہے ولے خونِ دلِ اومشک ناب است

❋

مجھے حاصل نہیں گو لقمۂ تر میں کرتا ہوں دُرِ خوش آب پیدا
غزالِ فن مرا کھاتا ہے سبزہ مگر کرتا ہے مشکِ ناب پیدا

❋

There is no roasted chicken on my table cloth,
No sparkling liquor in a fine wine glass,
Still the "gazelle of my poesy", while feeding on grass,
Produces musk of a superb class!

﴿۱۵۸﴾

رگِ مسلم ز سوزِ من تپید است ز چشمش اشک بیتابم چکید است
ہنوز از محشرِ جانم نداند جہاں را با نگاہِ من ندید است

❋

رگِ مسلم کو گرمایا ہے میں نے ٹپکتا ہوں میں اس کی چشمِ تر سے
شریکِ محشرِ جاں بھی ہو میرا جو دنیا جانچ لے میری نظر سے

❋

The Muslims feel the throbs of my heart
And share my tears and admire my mission;
Yet they are unaware of the storm within me,
They fail to view the world with my angle of vision!

﴿ ۱۵۹ ﴾

بحرف اندر نگیری لامکاں را | درونِ خود نگر این نکتہ پیداست
بہ تن جاں آنچناں دارد نشیمن | کہ نتوان گفت این جانیست آنجاست

✻

بیاں لفظوں میں کیا ہو لامکاں کا | مگر ڈھونڈو کہ وہ دل میں "کہیں" ہے
نشیمن جس طرح ہے جاں کا تن میں | کہیں کیونکر کہ "یاں ہے" "واں نہیں" ہے

✻

What's the Spaceless beggars description.
Look into the soul for untying this knot.
The soul dwells in the body in such a fashion
None can point out, "It's there and here it's not".

﴿ ۱۶۰ ﴾

بہر دل عشق رنگِ تازہ برکرد | گہے باسنگ گہ باشیشہ سر کرد
ترا از خود ربود و چشمِ تر داد | مرابا خویشتن نزدیک تر کرد

✻

کہیں پتھر کہیں آئینہ ہے عشق | جدا گانہ اثر ہر دل پہ اس کا
اُدھر، تجھ کو کیا خود سے بہت دور | اِدھر، خود سے قریں تر مجھ کو لایا

✻

Love reacts differently on different people.
Turning one into a mirror and another into stone.
It took you far away from your own Self and brought you pain
While it brought me nearer my own Self with gain.

﴿۱۶۱﴾

ہنوز از بند آب و گل نرستی | تو گوئی رومی و افغانیم من
من اوّل آدم بے رنگ و بویم | ازاں پس ہندی و تورانیم من

❋

ابھی ہو قید و بندِ آب و گل میں | جو کہتے ہو 'میں افغانی، میں رومی'
کہو 'پہلے ہم آدم کی ہیں اولاد | پھر اس کے بعد ایرانی و ہندی'

❋

You are still under the spell of your homeland,
Why do you call yourself a Rumi, an Afghani?
Say, "First, I'm Man with no cast or creed,
Then I'm an Indian; an Arab; an Irani".

﴿۱۶۲﴾

مرا ذوقِ سخن خوں در جگر کرد | غبار راہ را مشتِ شرر کرد
بہ گفتارِ محبت لب کشودم | بیاں ایں راز را پوشیدہ تر کرد

❋

جگر خوں کر دیا عجزِ سخن نے | مجھے زورِ سخن پر تھا بڑا ناز
جو چاہا میں نے رازِ عشق کھولوں | بیاں سے اور گہرا ہوگیا راز

❋

None can describe what one inwardly feels,
My craze for expression, haslet me down.
The moment I explain what's Love, the mystery deepens,
Verily, speech conceals more than what it reveals!

﴿ ۱۶۳ ﴾

گریز آخر ز عقل ذو فنوں کرد   دل خود کام را از عشق خوں کرد
ز اقبالؔ فلک پیما چہ پرسی   حکیمِ نکتہ دانِ ماجنوں کرد

❋

کنارا کرکے عقلِ بدگماں سے   ہوا ہے عشق اسے آہ فغاں سے
حکیم اقبالؔ کی کیا پوچھتے ہو   جنوں سرزد ہوا اس نکتہ داں سے

❋

Saying adieu to thc crafty Reason,
Aggrieved with enjoyment and enjoying sadness,
This intelligent philosopher, known as "Iqbal"
Has diverted his course from method to madness.

PREFACE

A poet, a critic, a researcher, a linguist, a polyglot and a translator, Ismat Javid is well-known all over the sub-continent. Absolutely indifferent to academic politics, fame or recognition Ismat Javid kept himself mercilessly busy in creative and critical pursuit with an unwavering commitment of a mendicant. He had insatiable urge and also especial gift for translation. His translations from Persian, English, Sanskrit and Marathi have introduced the Urdu world with literary discourses of crucial importance. He has already enriched the Urdu literary heritage with his translations of Kafka's novelette ***Metamorphosis*** and poems by Wordsworth, Thomas Moor, Shakespeare, Robert Browning and many other poets and also prose pieces by established prose writers and critics. The present collection of English translations of Iqbal's Persian quatrains from ***Payame Mashrique*** entitled ***Aks-e-Lal-e-Tur,*** is another venture that would surely provide new dimensions of Iqbal's poetry to the non-Persian, including the Urdu-world.

Translation is an act of recognition, evaluation and extension. In its essence translation is a cultural transaction that broadens vision and horizon of literary experiences. Translation, therefore, its imperfections and drawbacks notwithstanding, is a fruitful endeavour. Search for a perfect translation, to me, is exactly like a search for a perfect human being who, if not unavailable, surely is a rarity to be discovered. Translation, especially the translation of poetry, in comparison with other genres of literature, is a Herculean task. Primarily because versified translation of poetry is not chiefly concerned with transferring, deconstructing or reconstructing meanings in the target language. The logic

and methodology of prose-translation cannot be applied to the versifying strategies as versified version, at times, does not remain confined to the elusive boundaries of theme and content and attempts proximity to the complex generic traits, technical excellence, formal beauty and complexity of linguistic tropes that enhances open-endedness of the form, mellifluousness of diction and multiplicity of meanings encoded in the artefact of the source language. It is for this reason a good translation is looked upon as recreation. An inexperienced translator, however, in his anxiety to achieve the one loses sight of the other. Consequently, the aesthetic unity of the form and content is noticeably, and often deplorably, damaged. Translator of poetry, therefore, has got to have insights into linguistic intricacies and cultural affinities, or otherwise, of both the source and target languages and literary cultures that determine poetic modus operandi apropos of the thematic content.

Ismat Javid has a very refined literary sensibility and is competently equipped with all the essential tools and techniques required for an effective and authentic translation. He is known to be an 'ardent ' lover of Iqbal. Right from the beginning of his career he had been a curious student of Urdu and Persian language and literature. Iqbal was his first love and "Iquebaliyat" the centre of his literary and interpretative engagements. He had taken incessant pains to approximate the religio-political dimensions and highly sensitive issues of history and culture incorporated in Iqbal's poetry and also his thought-provoking Islamic ideas about man, a real "Muslim", an embodiment of selflessness, devotion, dedication, purity and generosity, an eternal seeker of truth and mysteries of nature. Ismat Javid had enviable insights into Iqbal's notion of the complex pattern of

relationship between individual and individual, individual and nature and finally between man and God. Iqbal, in fact, is a solitary example in the history of Urdu poetry, who dialogises these issues in his poetic discourses both in Urdu and Persian. Iqbal's poetry in Persian has not yet received adequate critical attention it deserves in terms of its subtleties, its philosophical depth, its allegorical and metaphorical structures. Ismat Javid's translation of Iqbal's Persian poetry, both in Urdu and English, is of immense importance in this direction.

Dr. Javid's English translations primarily introduces Iqbal's philosophical, religious and social stance to the non-Persian world and bring into sharp focus his message and literary achievements. The enigmatic questions pertaining to the relations of matter and spirit, body and soul, existence and transcendence, lust and love ("Ishque"), reason and heart, freedom and servitude, find phenomenal expressions :

> Thou thinkest that the soul is incapable of flights
> When it is encaged in flesh and bone
> In my view the embodied soul attains greater heights,
> Its like a dagger whose sheath serves as its whetting stone.
>
> Whom do thou seekest? Him! Who is crystal clear!
> Thou art thyself an enigma; why then trouble thy mind?
> In searching him, thou wilt find thy own image;
> In searching thy own self its He whom thou wilt find.

Fathomless depth of the self and his topless heights occupy a prominent position in Iqbal's creative consciousness. Realisation of self and selfhood is a painful and testing process. Once achieved, he is the envy of angels. Dr. Javid's translations of these Persian quatrains are excellent examples of successful versified translations:

> You went to the Mount Sinai for divine clue
> Without knowing what's within you.
> Find that lurking man within you, if you can,
> God Himself is in search of such a man.
>
> When man is made of dust and angles of Light;
> Is it not, oh Gabriel a strange sight?
> To see the dust restless for Divine union
> And the Light, unknown to the pangs of separation?

A translator, particularly translator of poetry, is quite frequently confronted with a formidable task of encoding into his translations the cultural and linguistic code from the source language. In the translation, therefore, a perfect correspondence between the intrinsic and extrinsic system is possible only when the text and the translation share certain linguistic tropes, poetic devices and cultural values that determine the tone and texture of a text. This affinity enriches the possibility of perfect translation as we see in the case of translation from Urdu to Persian. Javid's Urdu translation of Iqbal's Persian poetry stands as model of excellent translation. Ismat Javid's grip on the poetic idiom of Iqbal makes his translations almost as good as mirror reflection in Urdu. This kind of translation is rarely achieved. Such accuracy and exactness, surely, cannot be expected in English translations of Persian poetry. Javid's English versified version may not have heightened expression and rhythmic accuracy of Fitzgerald's translation of *Rubayyat-e-Omar Khayyam,* as English is not an acquire language for Fitzgerald. Ismat Javid's translations, nevertheless, do not betray much of departure from the original quatrains. He has taken care to successfully keep up the essence of meanings and formal beauty. Lucid diction of the translations and their metaphorical

structure noticeably maintain the aesthetic effect and emotional intensity of the text :

It's Love which makes the tulips bleed,
It's Love which causes commotions to breed.
If you split the earth and view its crust,
You'll find it bleeding with Love's dagger-thrust.

Text (transcription)

" ba barge lala rang aamezie ishque
ba jane ma balaa-angezie ishque
agar een khakdan ra washagafi
darunash benagre khoonrezie ishque."


Imat Javid's English translations also display his masterful handling of the rhyming scheme that attribute to his endeavours an appealing quality and authenticity. Ismat Javid deserves a word of appreciation for translating the quatrains that illumine certain dimensions of Iqbal's poetry that call for especial theoretical and critical attention in the present global context. The present global literary scenario is characterised by ideological overtones and 'dialogic imagination'. The philosophical and ideological overtones and highly suggestive and allegorical texture of Iqbal's poetry make him considerably relevant to postcolonial and post-modern creative and critical strategies. In fact, the issues pertaining to 'Orientalism', 'Cultural Imperialism', socio-political exploitation find dialogic manifestations in Iqbal's poetry even before they were systematised by Edward Said, Michel Foucault and other social scientists. The poetic devices employed by Iqbal, his 'spiritus mundi', set of images, symbols and metaphors valorise the issues that constitute the crux of recent literature of

the world. Ismat Javid's translation of such quatrains retains the aesthetic unity and philosophical connotations of Iqbal's message.

> How long, moth-like, will you dive
> Into the fire and commit the unmanly suicide?
> How long this dance around the flame outside?
> Have a plunge into your inner fire and thrive!
>
> A lion is a lamb to the fearless shepherd,
> To a coward, the deer is a formidable leopard,
> The ocean looks desert-like if thou doesn't recoil,
> If fearful, each wave looks like a crocodile.
>
> Don't batten on things ill-gotten,
> Don't live on rubbish like ants or flies,
> How long will you walk like a tramp in rags?
> Be like a falcon and fly in the skies!

English versions of Iqbal's poetry in this collection, like any other successful translation, are not one dimensional. They present a judicious synthesis of formal beauty, technical finesse, linguistic accuracy, emotional intensity, philosophical and ideological plausibility. This venture of Dr. Ismat Javid will surely open up new avenues for fresh approaches and study of Iqbal's poetry. Mr. Mohammad Ashfaque and Mr. Ahmed Iqbal deserve appreciation for the pains taking efforts to bring out another equally significant dimension of Ismat Javid's personality.

——DR. HAMEED KHAN.
(Professor Dept. of English
Dr.Baba Saheb Ambedkar
Marathwada University
Aurangabad, 431001.MS.)


MARKAZI MAKTABA ISLAMI PUBLISHERS
s. 40.00
PN - 1057